



جامعہ دارالتحقیقی
لاہور کا ترجمان

دارالتحقیقی

ماہ نامہ
اکتوبر صفر المظفر
۱۴۴۲ھ / ۲۰۲۰ء

حصول علم کا دستور العمل

ماہ صفر کی بدعاں

معیار انسانیت

اسرا بیل کو تسليم کرنے کی دل آزار مہم



الْتَّقِيُّ الْمُوَاخِذُ سُكُول

**With New Competent, Energetic
and Professional Administration**

حافظ قرآن اور اچھی ذہنی استعداد والے بچوں کے لیے دینی ماحول میں سکول کی تعلیم

ایک سال میں 3 کلاسیں منزل کی دہرانی کے ساتھ 9th کی پیش کلاس کا آغاز پر انہی پاس حفاظت کے لئے شہری موقع

**Admission
Open**

جامعہ دار اقویٰ سے حفظ کرنے والے طلباء
کے اعزاز میں داخلہ فیض ختم کر دی گئی ہے

سامنس و آرٹس

لاہور بورڈ سے الحاق شدہ

محنتی اور تجربہ کار سٹاف

حفظ کی دہرانی

صفائی کا خصوصی انتظام

خوش نویسی

خصوصیات

10th, 9th, 8th ☆

پرائمری, 7th, 6th, 5th ☆

اسلامی شعائر کی پابندی ☆

دینی و اخلاقی تربیت ☆

U.P.S اور جزیری سہولت ☆

58 چوبرجی پارک لاہور 03005553616

جامعہ دارالعلوم لاہور کا اعزاز

7 نمایاں پوزیشنز

ملکی 2

- زید منصور، درج عالمیہ سال اول تیسری پوزیشن
- بنت محمد ارشد بھٹی، درج عالیہ سال اول دوسری پوزیشن

صوبائی 5

- زید منصور، درج عالمیہ سال اول اول پوزیشن
- عبد الرحمن بھٹی، درج عالمیہ سال اول تیسری پوزیشن
- بنت محمد ارشد بھٹی، درج عالیہ سال اول اول پوزیشن
- بنت محب الرحمن، درج خاصہ سال دوم اول پوزیشن
- بنت ابویاسر، درج ثانویہ خاصہ سال اول تیسری پوزیشن



وفاق المدارس العربية کے درجہ حفظ کے سالانہ امتحان میں بھی جامعہ کی کارکردگی 100 فنڈر ری

جامعہ اس سے پہلے بھی متعدد بار وفاق المدارس العربية کے امتحانات میں نمایاں پوزیشنز حاصل کر چکا ہے

الحمد لله
جامعہ دارالعلوم لاہور جامع مسجد المہال، چبری پارک، لاہور



بمارامشن عالم کی روشنی کو برگھر تک پہنچانا

جامعہ دارالتقویٰ کی مطبوعات

کتب	قیمت
داہمی نقشہ اوقات نمازوں سحر و افطار	120
داہمی نقشہ اوقات نمازوں سحر و افطار (پاکٹ سائز)	10
مسنون حج و عمرہ	40
مسنون عمرہ	40
صح و شام کے مسنون اذکار	20
چهل حدیث	30
رہنمائے رمضان	—
اعتكاف (فضائل و مسائل)	—
قریانی (فضائل و مسائل)	—
موباکل فون کے بارے میں چند مسائل	20
رکوع سجدہ سے معدور شخص کیلئے نماز پڑھنے کا طریقہ	20
اشاعت خاص حاجی عبد الوہاب صاحب <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	500
اشاعت خاص حضرت مولانا جمشید صاحب <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	—
اشاعت خاص حضرت ڈاکٹر مفتی عبد الواحد صاحب <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	—
تعلیم و تربیت	—

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ دارالتقویٰ لاہور
0304-4167581

ماہنامہ دارالتحقیقی لاہور

حضرت اقدس ذکر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بدعا

جلد 10 صفر المظفر ۱۴۳۲ھ -- اکتوبر 2020ء شمارہ 2

حضرت مولانا عثمان صاحب
حضرت مولانا عاصم رشید صاحب
حضرت مولانا جمیل الرحمن صاحب

حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ
مدیر

مفتی محمد سامہ
مولانا ذوالکفل

حضرت مولانا اولیس احمد صاحب
مدیر مسئول
مولانا عبدالودود ربانی

Email Address

Monthlydarultaqwa@gmail.com

اس دائرے میں سرخ نشان
مدت خیرداری کے قلم ہونے کی عالمت ہے

فی شمارہ: ۳۰ روپے
سالانہ بدل خرچ: ۳۵۰ روپے
طبع: شرکت پرنٹنگ پریس

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتحقیقی متصل جامع مسجد الہلال چوہر جی پارک لاہور
فون نمبر: 03005553616 04235967905
سالانہ رسائی کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر منی آرڈر کریں

مقام اشاعت

متصل جامع مسجد الہلال
ناشیل اکاؤنٹ دارالتحقیقی ٹرست
ایم آئی بی برائی گاؤڈز 159 (ملک کرش میک)
چوہر جی پارک لاہور

ماہنامہ دارالتحفظ لاہور

اکتوبر 2020ء

فہرست

حرف اولین

5	صحابہ کرام پر سب و شتم، حکومت و ادارے اپنی ذمہ داری پوری کریں	درس حدیث
12	مولانا اشرف علی تھانوی	حصول علم کا دستور العمل
		مقالات و مصایب
15	مفہی راشد ڈسکووی	ماہ صفر کی بدعتات
23	سفیان علی فاروقی	معیار انسانیت
		تذکرہ اسلاف
27	مولانا رسول خان ہزاروی	مولانا رسول خان ہزاروی
		گوشہ خواہین
31	مولانا عاشق ابی بلند شہری	نکاح۔۔۔ اسلام کا عظیم تحفہ
		سفر نامہ
33	مفہی تقی عثمانی صاحب	جهان دیدہ
		تعالیم و تعلم
38	درس نظامی کی کتابیں کس طرح پڑھائی جائیں؟	سوالات
	مفہی تقی عثمانی صاحب	درس نظامی کی کتابیں کس طرح پڑھائی جائیں؟
43	مولانا زادوا لکھن	سوالات حضرت حاجی عبد الوہاب صاحب
		تبصرہ کتب
49	مفہی شیعیب احمد	تصانیف حضرت اقدس ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب
		حالات حاضرہ
53	عطاء اللہ صدیقی	اسرا میں کو تسلیم کرنے کی دل آزار مہم
		دارالافتاء والتحقیق
62		آپ کے مسائل کا حل
66		ادارہ
		جامعہ کے شب و روز

حروف اولین

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر سب و شتم
حکومت و ادارے اپنی ذمہ داری پوری کریں

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

ماہ محرم میں اسلام آباد میں ایک ملعون ذاکرنے غلیفہ بلا فصل، یار غار، فضل البشر بعد الانبیاء سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نہ صرف اعلانیہ تغیری کی بلکہ حد درجہ توہین اور گستاخی کا مرتكب ہوا اور 10 محرم عاشرورہ کے دن کراچی کی سب سے بڑی شاہراہ تبت سنٹر پر کاتب و حی خال المسلمين سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور خسر رسول سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کیا گیا جسے کچھ تھی وی چینیز نے لا یوکھایا، جو کہ ملک کی سنی اکثریتی عوام کی دل آزاری کرنے اور وطن عزیز میں فرقہ واریت کو ہوادیئے کی سوچی سمجھی سازش تھی۔ اہل سنت کی مقدس اور مسلمہ شخصیات کے خلاف اس طرح کی ہرزہ سرائی کا جب شدید ردعمل آیا تو اس ملعون ذاکر کو ملک سے فرار کروادیا گیا حالانکہ اس سے پہلے بھی اس کے خلاف مختلف مقامات پر درجن بھر ایف آئی آر درج تھیں اور اس واقعہ کی ایف آئی آر بھی کٹ چکی تھی با وثوق ذرائع کے مطابق اسے فرار کرانے کے پیچھے مخصوص فرقے سے تعلق رکھنے والے چند وفاتی وزراء کا ہاتھ ہے جو تمباک ذاکروں کے نہ صرف سہولت کا رہیں بلکہ انہیں شہم دے رہے ہیں جس کی واضح مثال اس محرم میں صحابہ کرام رضوان اللہ

علیہم اجمعین کے خلاف جگہ جگہ ہونیوالی تبرابازی اور گستاخیاں ہیں اور سو شل میڈیا پر تو اس مقدس جماعت کے خلاف ایسا طوفان بد تمیزی بپا ہے کہ الامان وال حفیظ۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ پاکیزہ نفوس ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت با برکت نصیب ہوئی، یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کی آنکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض دیدار سے منور ہوئیں اور جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت و رفاقت نصیب ہوئی اور جنہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے لیے تن من وہن کی بازی لگادی، وہ اخلاص ولہیت کے پیکر مجسم تھے، وہ ایسے عاشق رسول تھے کہ ان کی داستان عشق و فدائیت تاقیامت تروتازہ رہے گی۔ اللہ کا پاک کلام جن کے تذکروں سے بھرا پڑا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکوبات میں فرماتے ہیں کہ ”صحبت نبوی کی فضیلت تمام دوسرے فضائل و مکالات سے بالاتر ہے، اسی وجہ سے حضرت اولیٰ قرآنؐ جو بلاشبہ تابعین میں افضل ترین ہیں، وہ بھی کسی ادنیٰ صحابی کے مرتبہ و مقام کو نہیں پہنچ سکتے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ صحابہ کا ایمان، شرف صحبت و دیدار رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وحی ملائک اور مجرمات خوارق کے مشاہدہ کی وجہ سے شہودی ہو چکا ہے، بعد والوں نے جسے صرف سنا، اس کو صحابہ کرام نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کی عظمت و شان کو قرآن مجید میں جگہ جگہ بیان فرمایا ہے۔ ”توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، دُنیا سے بے تعلق رہنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے لوگوں کو منع کرنے والے، حدود اللہ کی حفاظت کرنے والے اور مومنوں کو خوشخبری دیدو“۔ (پ 11، رکوع 3)۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مقدسہ میں حضور ﷺ کے صحابہ کرام کی گیارہ عظمتوں کو بیان فرمانے کے بعد فرمایا کہ ”اے محبوب، اپنے صحابہ کو جنت کی خوشخبری دیدو۔“

سورہ فتح کی آیت نمبر 18 میں ارشاد فرمایا ”يَقِيْنًا اللَّهُ مُؤْمِنُوْںْ سَرِّاً رَاضِيْاً هُوَا جَب وَهُوَ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، سواں نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر تسلکین نازل کی اور انہیں بد لے میں ایک قریب فتح دی“۔ سورہ توبہ میں ارشاد ربانی ہے: ”اوْرْهَاجِرِينَ وَانْصَارَ جَنَّهُوْنَ“

نے سب سے پہلے دعوتِ ایمان قبول کرنے میں سبقت کی اور وہ جنہوں نے اخلاص کیسا تھا مہاجرین اور انصار کا اتباع کیا، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کیلئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، یہ لوگ ان باغوں میں رہیں گے ہمیشہ ہمیشہ، یہ بڑی کامیابی ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ”وَهُنَّا مَحَاجِبَ كَرَامِ جَنَّهُوْنَ نَفْخَتْ مَكَّةَ مَكَّةَ بَعْدَ خَرْجٍ أَوْ جَهَادِ كَيْمَا، ان تمام کیلئے جنت کی بشارت ہے۔“

صحابہ کرام کا تعلق برآ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ہے، اس لیے ان کی محبت عین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے اور ان سے بغض رکھنا ہے، برآ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنا ہے، ان کے حق میں ادنیٰ لب کشانی اور جرأت بھی ناقابل معافی جرم ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللَّهُ أَنَّمَا يَعْصِي إِذَا أَنْهَى إِذَا أَنْهَى أَنَّمَا يَأْخُذُ إِذَا أَخْذَ، وَمَنْ أَغْضَهُمْ فَإِنْ يَغْضُبُوهُمْ فَأَنْهَاهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي، وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللَّهَ، وَمَنْ آذَى اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعْظَمُ مَا يَعْذِذُ بِعَذَابِهِ“ اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے معاملہ میں، ان کو میرے بعد ہدف تقید نہ بنا، پس جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی بنا پر، اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کی بنا پر، جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی، اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے کپڑے (ترمذی، باب فیمن سب أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر ۳۶۶۲) اسی طرح ایک مقام پر فرمایا: ”لَا تَسْبُوا أَصْحَاحَنِي، لَا تَسْبُوا أَصْحَاحَنِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحْدِي ذَهَبًا، مَا أَدْرِكَ مُدْلَأَ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَةُ“ میرے صحابہ کو برا بھلانہ کہو، میرے صحابہ کو برا بھلانہ کہو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں سے ایک شخص احمد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کر دے تو ان کے ایک سیر جو کو بلکہ اس کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچ سکتا (ترمذی، باب فیمن سب أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر ۳۸۶۱) ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ”إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَسْبِّونَ أَصْحَاحَنِي فَقُولُوا: لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى شَرِّ كُمْ“ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں تو

ان سے کہوتا میں سے جو برا (یعنی صحابہ کو برا کہتا) ہے اس پر اللہ کی لعنت ہے (ترمذی، باب فیمن سب
صحابہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر ۳۸۶۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک جماعت صحابہ کرام و اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ
نفوس قدسیہ ہیں جنہوں نے اپنے خون کے آخری قطرہ اور سانس کے آخری زیر و بم تک رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے بتائے ہوئے دین پر بخوبی عمل کیا۔ دنیا کی کوئی طاقت ان لوگوں کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
تعلیمات سے ذرہ برابر بھی نہ ہٹا سکی۔ یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی ہے کہ آپ کالایا ہوا دین آج تک
زندہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر ہر مبارک طریقہ آج بھی امت کے اندر کسی نہ کسی درجے میں
زندہ ہے۔ اس کے برکت اگر یہ نظریہ ترویج دیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے بعد تین / چار کے
علاوہ باقی تمام حضرات تعلیمات محمدیہ سے مخرف ہو گئے تھے (جیسا کہ روافض کا عقیدہ ہے) تو اس کا صاف
صاف مطلب یہی ہے کہ جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقصد نبوت میں ناکام ہو گئے تھے کہ ان کے
وفات پاتے ہی ان کے ماننے والے ان کی تعلیمات سے دست بردار ہو گئے تھے، نعوذ باللہ ممن ذلک الکفر۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کا انکار اصل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی
کا انکار ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کا اقرار در حقیقت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی کامیابی کا اقرار ہے۔ ختم نبوت کا جہاں یہ تقاضا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو معصوم
عن الخطاء اور نبی نہ سمجھا جائے اسی طرح یہ بھی ختم نبوت کا تقاضا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
کامیاب سمجھا جائے۔ کیوں کہ اگر معاذ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کا پیغام پہنچانے میں ناکام ہوئے
ہوں تو مانا پڑے گا کہ اس پیغام کو پہنچانے کے لیے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی آسکتا
ہے۔ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کا انکار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محنت، کامیابی، ختم
نبوت، قرآن حتیٰ کہ پورے دین کا انکار ہے۔ اللہ تعالیٰ حق بات سمجھنے کو توفیق عطا فرمائے آمین۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف بذریانی کے بعد ملک بھر میں عظمت صحابہ کے
عنوان سے ریلیوں اور کانفرنسوں کا سلسلہ شروع ہو گیا جو تاحال جاری ہے۔ کراچی علماء کمیٹی کے

زیرا ہتمام 11 ستمبر بروز جمکو شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی اور مولانا ڈاکٹر عادل خان کی سرپرستی میں اور 12 ستمبر بروز ہفتہ رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین مولانا مفتی مسیب الرحمن کی زیر قیادت عظمت صحابہؓ کا نفرنس منعقد ہوئی، بلا مبالغہ ان دونوں کا نفرنسوں میں کراچی کے لاکھوں عوام نے جس جذباتی انداز میں شریک ہو کر انتہائی والہانہ انداز میں حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ، سیدنا عمر فاروقؓ، سیدنا عثمان غنیؓ، سیدنا علی المرتضیؓ، سیدنا امیر معاویہؓ، سیدنا ابوسفیانؓ و دیگر تمام صحابہ کرامؓ، امہات المؤمنینؓ اور اہل بیت اطہارؓ کی عظامتوں کے نعرے بلند کئے وہ اپنی مثال آپ تھے۔ اتوار کے دن مسلک الحدیث سے وابستہ عوام نے ہزاروں کی تعداد میں سڑکوں پر نکل کر کراچی پر لیں گلہ تک عظمت صحابہؓ مارچ کیا، پھر ڈی چوک اسلام آباد میں فقید المثال عظمت صحابہ و اہل بیت کا نفرنس کا انعقاد ہوا، لاہور سمیت ملک کے طول و عرض میں یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ ایک بات جوان کا نفرنس میں ہر جگہ نظر آئی وہ ان کا ڈسپلن تھا۔ لاکھوں لوگ بیک وقت سڑکوں پر تھے لیکن مجال ہے کسی کی املاک کو نقشان پہنچایا ہو، کسی کا گملہ ٹوٹا ہو یا سرکاری و خجی عمارتوں پر دھاوا بولا ہو۔ ایسی پر امن اور فقید المثال ریلیوں پر ہم تمام مکاتب فکر کے عوام دین و قائدین کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

نہایت پر امن عظمت صحابہؓ ریلیوں، ناموس صحابہؓ مارچ اور کا نفرنسوں کو دیکھ کر صاف نظر آ رہا ہے کہ پاکستان میں بسنے والے اکثریتی اہلسنت عوام سخت بے چینی اور اضطراب کا شکار ہیں، فرانس میں نبی مکرم ﷺ کے توہین آمیز خاک کے چھاپنے کا معاملہ ہو، یا اسلام آباد اور کراچی کی سڑکوں پر کھلے عام صحابہؓ کرامؓ کی گستاخیوں کے واقعات، عوام ہر دو واقعات پر سخت دل گرفتہ ہیں اور ارباب اختیار سے سوال پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ فرانس تو غیر مسلم ملک ہے لیکن پاکستان تو ایک اسلامی نظریاتی مملکت ہے یہاں کی حکومت ابھی تک گستاخان صحابہؓ و اہل بیتؓ کو گرفتار کر کے عبرتاک سزا عیں کیوں نہیں دلو سکی؟ صحابہؓ کی پاک جماعت کے گستاخوں کو تاحال گرفتار کرنے میں ناکامی اس بیانیے کو تقویت دے رہی ہے کہ گستاخوں کو فرار کروانے اور انہیں گرفتاری سے بچانے کے پیچھے چند وفاqi وزراء کا یقینی ہاتھ کار فرمائے۔ ریاست مدینہ کی دعویدار حکومت کو چاہیئے کہ نفرتوں کے سوداگروں کو فوری گرفت میں لائے جو ارض پاک کو پھر نو تے کی دہائی کی طرف جھونکنا چاہتے ہیں، بیرونی ایجنسیز کی تحریک کے لئے ملک میں فرقہ وارانہ فسادات چاہتے

ہیں۔ ہم نے امن و امان کے قیام کی بہت بھی انک قیمت چکائی ہے، پاک فوج اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی لا زوال قربانیوں اور اپنے جوانوں کی قیمتی جانیں گنو کر ہمیں امن نصیب ہوا ہے، ہم وطن عزیز کو عراق، شام اور یمن کبھی نہیں بننے دیں گے، حکومت پاکستان اور قانون نافذ کرنے والے ادارے ایسے عناصر کے خلاف سخت سے سخت تادبی کارروائی کا آغاز کریں جو ملک میں نفرتیں پھیلایا کر ارض پاک کو فرقہ واریت کی جگہ میں جھوکنا چاہتے ہیں، ان کا کوئی مذہب ہے نہ جماعت، ان کا مقصد واحد اسلامی ایٹھی ریاست کو غیر مستحکم کر کے عالمی استعماری طاقتوں کے ایجاد کرنے کی تکمیل کرنا ہے، یہی وجہ ہے کہ اہل تشیع کی زیرک قیادت نے ان عناصر سے نہ صرف علیحدگی کا اعلان کیا ہے بلکہ ان کے خلاف فوری قانونی کارروائی کا بھی مطالبہ کیا ہے، اب بھی اگر حکومت اور ادارے لیت ولل سے کام لیتے ہیں تو یہ بات پر امن اکثریتی سنی عموم کے زخمیوں پر نمک پاشی کے مترادف ہو گی جو خداخواستہ کسی بھی سانچے کا پیش نہیں ثابت ہو سکتی ہے۔ ملک بھر میں ہونے والی دفاع صحابہ و اہل بیت کا نفرنس میں جو اعمال میں پیش کئے گئے ذیل میں ان کا مختصر خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

* پاکستان کی سر زمین پر صحابہ کرام و اہلبیت عظام کی توہین کو روکنے کے لئے بریلوی دیوبندی اور احمدیت تینوں مکاتب فکر ایک پلیٹ فارم پر ہیں حکومت پاکستان، وزیر اعظم پاکستان اور مقتدر حلقة گستاخیوں میں ملوث افراد کے خلاف موثر کارروائی نہیں کر رہے ہیں مطالبہ کرتے ہیں کہ مقدس شخصیات کی توہین کے بارے میں قانون میں کمزوری دور کر کے موثر قانون سازی کی جائے۔

* ”آج ہم ایک عظیم مقصد کیلئے جمع ہوئے ہیں اور وہ مقصد اسلام کا احیاء ہے، دشمن پاکستان کو دولخت کرنا چاہتے ہیں پاکستان میں بر سر عام نفرت کا اظہار کیا جا رہا ہے، یہ عموم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر حکومت وقت سے مطالبہ کرتا ہے کہ دفاع اسلام مل فوری پاس کیا جائے تاکہ مقدس شخصیات کی توہین کا راستہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روکا جاسکے۔

* مسلمانوں کے جذبات کو مجدوج کرنا کائنات کی سب سے بڑی دہشت گردی ہے، صحابہ کرام کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے عناصر کو فوری گرفتار کر کے نشان عبرت بنانے اور جن جلسوں اور

majlis mein گستاخی کا ارتکاب ہوا ان کے روٹ اور پرمٹ منسون کیے جائیں، صحابہ کرام اور اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی گستاخی کی سزا کو مزید سخت کیا جائے اور پہلے سے موجود قوانین میں ترمیم کی جائے ایسے مجرموں پر نیشنل ایکشن پلان کے تحت مقدمات بنائے جائیں اور دہشت گردی کی عدالتوں میں مقدمات چلائے جائیں۔

* تحفظ بنیاد اسلام بل پر گورنر پنجاب کے فوری دستخط، قوی اسٹبلی اور تمام صوبائی اسٹبلیوں سے منظور کرو اکر اس پر عملدرآمد کرنے پر زور دیا گیا۔

* زلفی بخاری سمیت جو وزراء بھی ان شرپسند عناصر کے سہولت کار ہیں یا جنہوں نے گستاخ صحابہ کو بھاگنے میں سہولت فراہم کی انہیں گرفتار کر کے شامل تفہیش کیا جائے۔

* اہل سنت والجماعت کے تمام مکاتب فکر اہل تشیع حضرات کو متنبہ کرتے ہیں کہ یہ فسادی عناصر نہ آپ کے مخلص ہیں اور نہ مملکت پاکستان کے۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنی صفوں میں موجود کالی بھیڑوں کے ہاتھوں میں نہ کھیلیں اور انہیں پہچانیں اور انہیں اپنی صفوں سے الگ کریں تاکہ شرپسند عناصر اور محب اسلام و محب وطن کی پہچان ہو سکے۔

خدا سے دعا ہے کہ وہ پاکستان اور اس کے باسیوں کو اپنی رحمت و حفاظت میں رکھے، اور اندر ورنی بیرونی دشمنوں سے اس کی حفاظت کرے۔ آمین یا رب العالمین

والسلام

عبدالودود ربانی

مسئلہ نامہ دار التقوی

حصول علم کا دستور العمل

مولانا اشرف علی تھانوی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ أُنْ يَتَعَلَّمَ الْبَرُّ الْمُسْلِمُ عِلْمًا ثُمَّ يُعَلِّمَهُ أَخَاهُ الْمُسْلِمِ

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ کوئی مسلمان

آدمی کوئی علم (دین کی بات) سیکھے پھرا پنے بھائی مسلمان کو سکھلا دے۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث میں اسی طرح کی اور بہت سی حدیثوں میں علم دین اور تعلیم دین یعنی دین کے سیکھنے

اور سکھلانے کا ثواب اور اس کا فرض ہونا مذکور ہے اصل سیکھنا اور سکھلانا تو ہی ہے جس سے آدمی عالم یعنی

مولوی بن جاوے مگر ہر شخص کو نہ اتنی ہمت نہ اتنی فرصت اس لئے میں دین سیکھنے اور سکھلانے کے ایسے

آسان طریقے بتلاتا ہوں جس سے عام لوگ بھی اس فرض کو ادا کر کے ثواب حاصل کر سکیں تفصیل ان

طریقوں کی یہے:

(1)- جو لوگ اردو حروف پہچان سکتے اور پڑھ سکتے ہیں یا آسانی سے اردو پڑھنا سیکھ سکتے

ہیں وہ تو ایسا کریں کہ اردو زبان میں جو معتبر کتابیں دین کی ہیں جیسے بہشتی زیور اور بہشتی گوہ اور تعلیم الدین

اور قصہ اس بیل اور تبلیغ دین اور تسهیل المواتع کے سلسلہ کے وعظ جتنی مل جاویں ان کتابوں کو کسی اچھے جانے

والے سے سبق کے طور پر پڑھ لے اور جب تک کوئی ایسا پڑھانے والا نہ ملے ان کتابوں کو خود دیکھتا رہے

اور جہاں سمجھ میں نہ آؤے یا کچھ شبہ رہے وہاں پہنچ وغیرہ سے کچھ نشان کر دے پھر جب کوئی اچھا جانے

والا مل جاوے اس سے پوچھ لے اور سمجھ لے اور اس طرح جو حاصل ہو وہ مسجد میں یا بیٹھک میں دوسروں کو

بھی پڑھ کر سنادیا کرے اور گھر میں آ کر اپنی عورتوں اور بچوں کو سنادیا کرے اسی طرح جنہوں نے مسجد یا بیٹھک میں سنائے وہ بھی اس کو اپنے دھیان میں چڑھا کر جتنا یاد رہے اپنے گھروالوں میں آ کر گھروالوں کو سنادیا کریں۔

(2)۔ اور جو لوگ اردو نہیں پڑھ سکتے وہ کسی اپنے لکھے پڑھے سمجھ دار آدمی کو اپنے یہاں بلا کر اس سے اسی طرح وہی کتابیں سن لیا کریں اور دین کی باتیں پوچھ لیا کریں اگر ایسا آدمی ہمیشہ رہنے کیلئے تجویز ہو جاوے تو بہت ہی اچھا ہے اگر اس کو کچھ تشویح بھی دینا پڑے تو سب آدمی تھوڑا تھوڑا چندہ کے طور پر جمع کر کے ایسے شخص کو تشویح بھی دے دیا کریں۔ دنیا کے بے ضرورت کاموں میں سینکڑوں ہزاروں خرچ کر دیتے ہیں اگر دین کی ضروری بات میں تھوڑا سا خرچ کر دو تو کوئی بڑی بات نہیں مگر ایسا آدمی جو تم کو دین کی باتیں بتلاوے اور ایسی کتابیں اپنی عقل سے تجویز ملت کرنا بلکہ کسی اچھے اللہ والے عالم سے صلاح لے کر تجویز کرنا۔

(3)۔ ایک کام یہ پابندی سے کریں کہ جب کوئی کام دنیا کا یادیں کا کرنا ہو جس کا اچھا یا برا ہونا شروع سے نہ معلوم ہواں کو دھیان کر کے کسی اللہ والے عالم سے ضرور پوچھ لیا کریں اور وہ جو بتلاوے اس کو خوب یاد رکھیں اور دوسرے مردوں اور عورتوں کو بھی بتلاوی کریں اور اگر ایسے عالم کے پاس جانے کی فرصت نہ ہو تو اس کے پاس خط ٹھیک کر پوچھ لیا کریں اور جواب کے واسطے ایک لفافہ پر اپنا پتنہ لکھ کر یا لکھوا کر اپنے خط کے اندر رکھ دیا کریں کہ اس طرح سے جواب دینا اس عالم کو آسان ہو گا اور جلدی آوے گا۔

(4)۔ ایک اس بات کی پابندی رکھیں کہ کبھی کبھی اللہ والے عالموں سے ملتے رہیں اگر ارادہ کر کے جاویں تو بہت ہی اچھی بات ہے اور اگر اتنی فرصت نہ ہو اور ایسا عالم پاس بھی نہ ہو جیسے گاؤں والے ایک طرف پڑے رہتے ہیں تو جب کبھی شہروں میں کسی کام کو جانا ہو اور وہاں ایسا عالم موجود ہو تو تھوڑی دیر کیلئے اس کے پاس جا کر بیٹھ جایا کریں اور کوئی بات یاد آجائے تو پوچھ لیا کریں۔

(5)۔ ایک کام ضروری سمجھ کر یہ کیا کریں کہ کبھی کبھی مہینہ دو مہینہ میں کسی عالم کی صلاح سے کسی وعظ کہنے والے کو گاؤں یا اپنے محلہ میں بلا کر اس کا وعظ سنائیں کریں جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوف دل

میں پیدا ہو کہ اس سے دین پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

یہ مختصر بیان ہے دین سیکھنے کے طریقوں کا اور طریقے بھی کیسے! بہت آسان، اگر پابندی سے ان طریقوں کو جاری رکھیں گے تو دین کی ضروری باتیں بے محنت حاصل ہو جاویں گی اور اس کے ساتھ ہی دباتوں کا اور خیال رکھیں کہ وہ بطور پرہیز کے ہے ایک یہ کہ کافروں کے اور گمراہوں کے جلوس میں ہرگز نہ جاویں اول تو کفر کی اور گمراہی کی باتیں کان میں پڑنے سے دل میں اندھیرا پیدا ہوتا ہے دوسرے بعض دفعہ ایمان کے جوش میں ایسی باتوں پر غصہ آ جاتا ہے پھر اگر غصہ ظاہر کیا تو بعض دفعہ فساد ہو جاتا ہے بعض دفعہ اس فساد سے دنیا کا بھی نقصان ہو جاتا ہے بعض دفعہ مقدمہ کا جھگڑا کھٹرا ہو جاتا ہے سب میں وقت بھی خرچ ہوتا ہے اور روپیہ بھی یہ سب باتیں پریشانی کی ہیں اور اگر غصہ ظاہر نہ کر سکے تو دل میں گھٹن اور رنج پیدا ہوتا ہے خواہ مخواہ بٹھلائے غم خریدنا کیا فائدہ۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی سے بحث مباحثہ نہ کریں کہ اس میں بھی اکثر ولی ہی خرابیاں ہو جاتی ہیں جن کا ابھی بیان ہوا اور ایک بڑی خرابی ان دونوں باتوں میں اور ہے جو سب خرابیوں سے بڑھ کر ہے وہ یہ کہ ایسے جلوس میں جانے سے یا بحث کرنے سے کوئی بات کفر کی اور گمراہی کی ایسی کان میں پڑ جاتی ہے جس سے خود بھی شہبہ پیدا ہو جاتا ہے اور اپنے پاس اتنا علم نہیں جو اس شبہ کو دل سے دور کر سکے تو ایسا کام کیوں کرے جس سے اتنا بڑا نقصان ہونے کا ذرہ ہو اگر کوئی خواہ مخواہ بحث چھیڑنے لگے تو سختی سے کہہ دو کہ ہم سے ایسی باتیں مت کرو اگر تم کو پوچھنا ہی ضروری ہو تو عالموں کے پاس جاؤ اگر ان سب باتوں کا خیال رکھو گے تو دوا اور پرہیز کو جمع کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ دین کے تدرست رہو گے کبھی دین کی بیماری نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔



ماہ صفر کی بدعات اور ایک من گھر حضرت حدیث کا جائزہ

مفتی محمد راشد سکوی

اسلامی سال کا دوسرا مہینہ "صَفَرُ الْمُظَفَّر" شروع ہو چکا ہے، یہ مہینہ انسانیت میں زمانہ جاہلیت سے ہی منحوس، آسمانوں سے بلائیں اترنے والا اور آفتین نازل ہونے والا مہینہ سمجھا جاتا ہے، زمانہ جاہلیت کے لوگ اس ماہ میں خوشی کی تقریبات (شادی، بیاہ اور ختنہ وغیرہ) قائم کرنا منحوس سمجھتے تھے اور قابل افسوس بات یہ ہے کہ یہی نظریہ نسل درسل آج تک چلا آ رہا ہے؛ حالاں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی صاف اور واضح الفاظ میں اس مہینے اور اس مہینے کے علاوہ پائے جانے والے توبہات اور قیامت تک کے باطل نظریات کی تردید اور ننی فرمادی اور علی الاعلان ارشاد فرمادیا کہ: (اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر) ایک شخص کی بیماری کے دوسرے کو (خود بخود) لگ جانے (کا عقیدہ)، ماہ صفر (میں منحست ہونے کا عقیدہ) اور ایک مخصوص پرندے کی بدشگونی (کا عقیدہ) سب بے حقیقت باقیں ہیں۔ ملاحظہ ہو:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : لَا عَذَوْيَ وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ۔ (صحیح البخاری، کتاب الطیب، باب الحامة، رقم الحدیث: 5770)

مذکورہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں اس قسم کے فاسد و باطل خیالات و نظریات کی کوئی گنجائش نہیں ہے، ایسے نظریات و عقائد کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاؤں تلے روند چکے ہیں۔

ماہ صفر کے بارے میں ایک موضوع اور من گھر حضرت روایت کا جائزہ، ماہ صفر کے متعلق منحست والا عقیدہ پھیلانے کی خاطر دشمنانِ اسلام نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب جھوٹی روایات پھیلانے جیسے مکروہ اور گھناؤ نے افعال سے بھی دربغ نہیں کیا، ذیل میں ایک ایسی ہی من گھر حضرت روایت اور اس پر ائمہ



جرح و تعدیل کا کلام ذکر کیا جاتا ہے، وہ من گھڑت حدیث یہ ہے:

مَنْ بَشَّرَ نِيَّبُخْرُوْجَ صَفَرَ، بَشَّرْ تُهْ بِالْجَنَّةَ

ترجمہ: ”جو شخص مجھے صفر کے مہینے کے ختم ہونے کی خوشخبری دے گا، میں اسے جنت کی خوشخبری دوں گا۔“

اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے صفر کے مہینے کو منحوس سمجھا جاتا ہے، طریقہ استدلال یہ ہے کہ چوں کہ اس مہینہ میں نبوست تھی؛ اس لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینے کے صحیح سلامت گزرنے پر جنت کی خوشخبری دی ہے۔

تو اس بارے میں جان لینا چاہیے کہ یہ حدیث موضوع (یعنی من گھڑت) ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے؛ چنانچہ انہمہ حدیث نے اس من گھڑت حدیث کے موضوع ہونے کو واضح کرتے ہوئے اس عقیدے کے باطل ہونے کو بیان کیا ہے، ان انہمہ میں ملاعی قاری، علامہ عجلوںی، علامہ شوکانی اور علامہ طاہر پنچ رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں، ان حضرات انہمہ کا کلام ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

چنانچہ ملاعی القاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنْ بَشَّرَ نِيَّبُخْرُوْجَ صَفَرَ، بَشَّرْ تُهْ بِالْجَنَّةَ لَا أَصْلَلَ لَهُ

(الأسرار المروءة في الأخبار الم موضوعة المعروفة بالمواضيعات الکبری، حرف الميم، رقم الحدیث: 2/437، المكتب الإسلامي)

اور علامہ اسماعیل بن محمد الجلوی رحمہ اللہ ملاعی قاری رحمہ اللہ کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ

مَنْ بَشَّرَ نِيَّبُخْرُوْجَ صَفَرَ، بَشَّرْ تُهْ بِالْجَنَّةَ قال القارى فى الموضوعات تبعاً

للصحاغنى: لَا أَصْلَلَ لَهُ (کشف الاخفاء، مزیل الاباس، حرف الميم، رقم الحدیث: 2/2418، 538).

اور شیخ الاسلام محمد بن علی الشوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

مَنْ بَشَّرَ نِيَّبُخْرُوْجَ صَفَرَ، بَشَّرْ تُهْ بِالْجَنَّةَ قال الصحاغنى: موضع و کذا قال العراقي (الفوائد الجموعه في أحاديث الفصييف والموضوع للشوکانی، کتاب الفضائل، أحاديث

الاَدْعِيَةُ وَالْعِبَادَاتُ فِي الشَّهُورِ، رقم المحدث: 1260، م: 545، نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة)
اور علامہ محمد طاہر پنڈی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَكَذَا (أَيْ: مَوْضُوع) "مَنْ يَسْرُرْ نَفْيَ يَخْرُوْجِ صَفَرَ، يَسْرُرْ تُهْ بِالْجَنَّةِ" قزوینی، وَكَذَا
قال أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلَ: الْلَّا لِيْ عَنْ أَحْمَدٍ وَمَا تَدَوَّرَ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا أَصْلَلَهُ
(تذكرة الموضوعات للفتحی، م: 116، کتب خانہ مجیدیہ، مatan)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ:

میں نے ایسے لوگوں کے بارے میں دریافت کیا جو ماہ صفر میں سفر نہیں کرتے (یعنی: سفر کرنا درست نہیں صحیح) اور نہ ہی اس مہینے میں اپنے کاموں کو شروع کرتے ہیں، مثلاً: نکاح کرنا اور اپنی بیویوں کے پاس جانا وغیرہ اور اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان "کہ جو مجھے صفر کے مہینے کے ختم ہونے کی خوشخبری دے گا، میں اُسے جنت کی بشارت دوں گا" سے دلیل پکڑتے ہیں، کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک (سنن کے اعتبار سے) صحیح ہے؟ اور کیا اس مہینے میں نحودت ہوتی ہے؟ اور کیا اس مہینے میں کسی کام کے شروع کرنے سے روکا گیا ہے؟ تو جواب ملا کہ ماہ صفر کے بارے میں جو کچھ لوگوں میں مشہور ہے، یہ کچھ ایسی باتیں ہیں جو اہلی نجوم کے ہاں پائی جاتیں تھیں؛ جنہیں وہ اس لیے رواج دیتے تھے کہ ان کا وہ قول ثابت ہو سکے، جسے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے تھے؛ حالاں کہ یہ صاف اور کھلا ہوا جھوٹ ہے (۵/۲۶۱)۔

نمبر: ۲ اس من گھڑت اور موضوع روایت کو ایک طرف رکھیں، اس کے بال مقابل ماہ صفر کے بارے میں بہت ساری صحیح احادیث ایسی موجود ہیں جو ماہ صفر کی نحودت کی نفی کرتی ہیں، تو ایسی صحیح احادیث کے ہوتے ہوئے موضوع حدیث پر عمل کرنا یا اس کی ترویج کرنا اور اس کے مطابق اپنا ذہن بنانا کوئی عقلمندی کی بات نہیں۔

نمبر: ۳ محدثین عظام کی تصریحات کے مطابق مذکورہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہے، لیکن اگر کچھ لمحات کے لیے یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ یہ حدیث صحیح ہے تو بھی اس حدیث سے ماہ صفر کے نحوس

ہونے پر دلیل کپڑا درست نہیں ہے؛ بلکہ اس صورت میں اس کا صحیح مطلب اور مصدق یہ ہو گا کہ چوں کہ سر کا ر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ربع الاول میں وصال ہونے والا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے رب عزوجل سے ملاقات کا بے حد اشتیاق تھا؛ اس لیے ربع الاول کے شروع ہونے کا انتظار تھا؛ چنان چہ اس شخص کے لیے آپ نے جنت کی بشارت کا اعلان فرمادیا، جو ماہ صفر کے ختم ہونے کی (اور ربع الاول شروع ہونے کی) خبر لے کر آئے۔ خلاصہ کلام! یہ کہ اس حدیث کا ماہ صفر کی خوست سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے؛ بلکہ اسے مختص مسلمانوں میں غلط نظریات پھیلانے کی غرض سے گھٹرا گیا ہے۔

صفر کے آخری چهار شنبہ کا حکم

سوال: صفر کے آخری چهار شنبہ کو اکثر عوام خوشی و سرور دغیرہ میں اطعامِ الطعام (کھانا کھلانا) کرتے ہیں، شرعاً اس باب میں کیا ثابت ہے؟

جواب: شرعاً اس باب میں کچھ بھی ثابت نہیں، سب جہلاء کی باتیں ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ، کتاب العلم، ص: 171، عالمی مجلس تحفظ اسلام، کراچی)

صفر کے آخری چهار شنبہ کو مٹھائی تقسیم کرنا

سوال: یہاں مراد آباد میں ماہ صفر کے آخری چهار شنبہ کو "کارخانہ دار" ان ظروف کی طرف سے کارگروں کو شیرینی تقسیم کی جاتی ہے، بلا مبالغہ یہ ہزار ہارو پیسہ کا خرچ ہے؛ کیونکہ صد ہا کارگر ہیں اور ہر ایک کو انداز آکم و بیش پاؤ بھر مٹھائی ملتی ہے، ان کے علاوہ دیگر کثیر متعلقین کو کھلانی پڑتی ہے، مشہور یہ روایت کر رکھی ہے کہ اس دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل صحت کیا تھا؛ مگر از روئے تحقیق بات عکس ثابت ہوئی کہ اس دن حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں غیر معمولی شدت تھی، جس سے خوش ہو کر دشمنانِ اسلام یعنی یہود یوں نے خوشی منائی تھی، احتقر نے اس کا ذکر ایک کارخانہ دار سے کیا تو معلوم ہوا کہ جاہل کارگروں کی ہوا پرستی اور لذت پروری اتنی شدید ہے کہ کتنا ہی ان کو سمجھایا جائے وہ ہرگز نہیں مانتے اور چوں کہ کارخانوں کی کامیابی کا دار و مدار کارگروں ہی پر ہے، تو اگر کوئی کارخانہ دار رہمت کر کے شیرینی تقسیم نہ کرے تو جاہل کارگروں کے کارخانے کو سخت نقصان پہنچائیں گے، کام کرنا چھوڑ دیں گے۔

الف: حقیقت کی رو سے مذکورہ تقسیم شیرینی کا شمار افعال کفریہ، اسلام دشمنی سے ہونا تو عقلاً ظاہر ہے تو بالاعذر شرعی اس کے مرتكب پر کفر کا فتویٰ لگتا ہے یا نہیں؟ اگرچہ وہ مذکورہ حقیقت سے ناداقف ہی کیوں نہ ہو؟
 ب: جاہل کارگروں کی ایذا ارسانی سے حفاظت کے لیے کارخانہ داروں کا فعلی مذکور میں معذور
 مانا جاسکتا ہے؟

ج: ماہ صفر کے آخری چہارشنبہ سے متعلق صحیح روایات اور مذکور ہوئیں، وہ کس کتاب میں ہیں؟
 د: حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں شدت کی خبر پا کر یہودیوں نے کس طرح خوشی منائی تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً: ماہ صفر کے آخری چہارشنبہ کو خوشی کی تقریب منانا، مٹھائی وغیرہ تقسیم کرنا شرعاً بے دلیل ہے، اس تاریخ میں غسلِ صحت ثابت نہیں؛ البتہ شدتِ مرض کی روایت "مدارج النبوة" (2/704-707، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی) میں ہے۔
 یہود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شدتِ مرض سے خوشی ہونا بالکل ظاہر اور ان کی عداوت و شقاوت کا تقاضا ہے۔

(الف) مسلمانوں کا اس دن مٹھائی تقسیم کرنا نہ شدتِ مرض کی خوشی میں (ہوتا) ہے، نہ یہود کی موافقت کی خاطر (ہوتا) ہے، نہ ان کو اس روایت کے خبر ہے، نہ یہ فی نفسی کفر و شرک ہے؛ اس لیے ان حالات میں کفر و شرک کا حکم نہ ہوگا۔ ہاں یہ کہا جائے گا کہ یہ طریقہ غلط ہے، اس سے بچنا لازم ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس روز غسلِ صحت (کرنا) ثابت نہیں ہے، (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف) کوئی غلط بات منسوب کرنا سخت معصیت ہے، (نیز!) بغیر نسبت موافقت بھی یہود کا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

(ب) نہایت نرمی و شفاقت سے کارخانہ دار اپنے کارگروں کو بہت پہلے سے تبیغ و فہاش کرتا رہے اور اصل حقیقت اس کے ذہن میں اتار دے، ان کا مٹھائی کا مطالبہ کسی دوسری تاریخ میں حُسن اُسلوب سے پورا کر دے، مثلاً: رمضان، عید، بقرعید وغیرہ کے موقع پر دے دیا کرے، جس سے ان کے ذہن میں یہ نہ آئے کہ یہ بخل کی وجہ سے انکار کرتا ہے، بہر حال کارخانہ دار بڑی حد تک معذور ہے۔

(ج) مدارج النبوہ میں ہے۔ (2/704-707، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی)

(د) یہود نے کس طرح خوشی منائی؟ اس کی تفصیل نہیں معلوم۔ (فتاویٰ محمودیہ، باب البدعات و

الرسوم: 3/280، ادارہ الفاروق، جامعہ فاروقیہ کراچی)

صفر کے آخری بدھ میں عمدہ کھانا پکانا

سوال: ماہ صفر کے آخری بدھ کو بہترین کھانا پکانا درست ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ماہ صفر کے آخری

بدھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض سے شفاء ہوئی تھی، اس خوشی میں کھانا پکانا چاہیے، یہ درست ہے یا نہیں؟۔

الجواب: یہ غلط اور من گھرست عقیدہ ہے؛ اس لیے ناجائز اور گناہ ہے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم

(احسن القتاوی، کتاب الایمان والعقائد، باب فی رد البدعات: 1/360، انتخاب مسعود)

صفر المظفر کے آخری بدھ کو خوشی منانے کی شرعی حیثیت

سوال: جناب مفتی صاحب! بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ کچھ لوگ ماہ صفر المظفر کے آخری بدھ کو

خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض سے شفاء ہوئی تھی اور اس دن

بلائیں اور چلی جاتی ہیں؛ اس لیے اس دن خوشیاں مناتے ہوئے شیرینی تقسیم کرنی چاہیے، دریافت طلب

امریہ ہے کہ ماہ صفر میں اس عمل کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: ماہ صفر المظفر کو منحوس سمجھنا خلافِ اسلام عقیدہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

سے سختی سے منع فرمایا ہے، اس ماہ مبارک میں نہ تو آسمان سے بلائیں اترتی ہیں اور نہ اس کے آخری بدھ کو

اوپر جاتی ہیں اور نہ ہی امام الانبیاء نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن مرض سے شفاء یابی ہوئی

تھی؛ بلکہ موئعین نے لکھا ہے کہ ۲۸/ صفر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تھے، مفتی عبدالرحیم

فرماتے ہیں: ”مسلمانوں کے لیے آخری چہار شنبہ کے طور پر خوشی کا دن منانا جائز نہیں۔“ ثمّ

التواریخ“ وغیرہ میں ہے کہ ۲۶/ صفر ۱۱ھ دو شنبہ کو آس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو رو میوں سے جہاد

کرنے کا حکم دیا اور ۷/ صفر سہ شنبہ کو اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ امیر لشکر مقرر کیے گئے، ۲۸/ صفر چہار

شنبہ کو اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو چکے تھے؛ لیکن اپنے ہاتھ سے نشان تیار کر کے اُسامہ کو دیا تھا، ابھی

(لشکر کے) کوچ کی نوبت نہیں آئی تھی کہ آخر چہار شنبہ اور پنچ شنبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالالت خوفناک ہو گئی اور ایک تمہلکہ سامنے گیا، اسی دن عشاء سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے پر مقرر فرمایا۔ (شماس التواریخ: 2/1008)

اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۲۸ / صفر کو چہار شنبہ (بدھ) کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرث میں زیادتی ہوئی تھی اور یہ دن ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ تھا، یہ دن مسلمانوں کے لیے تو خوشی کا ہے ہی نہیں؛ البتہ یہود وغیرہ کے لیے شادمانی کا دن ہو سکتا ہے، اس روز کو تہوار کا دن ٹھہرانا، خوشیاں منانا، مدارس وغیرہ میں تعظیم کرنا، یہ تمام باتیں خلافِ شرع اور ناجائز ہیں۔ (فتاویٰ حقانیہ، کتاب البدعہ والرسوم: 2/84، جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، ولذاتی فتاویٰ رحیمیہ، ماتعلق بالسنة والبدعہ: 2/69، 68، دارالاثاعت)

حضرت مولانا محمد ادريس کاندھلوی رحمہ اللہ اپنی تالیف "سیرت المصطفیٰ" میں لکھتے ہیں کہ "ماہ صفر کے اخیر عشرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار شب کو اٹھے اور اپنے غلام "ابو موسیٰ بن عاصم" کو جگایا اور فرمایا کہ مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ اہل بیقوع کے لیے استغفار کروں، وہاں سے واپس تشریف لائے تو دفعہ مزاج ناساز ہو گیا، سر در اور بخار کی شکایت پیدا ہو گئی۔ یہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری کا دن تھا اور بدھ کا روز تھا۔ (سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، عالات کی ابتداء: 3/156، کتب خانہ مظہری، کراچی)

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں علامہ شبی نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ "صفر / ۱۱" ہجری میں آدھی رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنتِ البیقوع میں جو عام مسلمانوں کا قبرستان تھا، تشریف لے گئے، وہاں سے واپس تشریف لائے تو مزاج ناساز ہوا، یہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا اور روز چہار شنبہ تھا۔

(سیرۃ النبی: 2/115، اسلامی کتب خانہ)

اسی کے حاشیہ میں "علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ" لکھتے ہیں:

"اس لیے تیرہ (۱۳) دن مدتِ عالالت صحیح ہے، عالالت کے پانچ دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری ازواج کے جھروں میں بصر فرمائے، اس حساب سے عالالت کا آغاز چہار شنبہ (بدھ) سے ہوتا ہے۔"

(حاشیہ سیرۃ النبی: 2/114، اسلامی کتب خانہ)

سیرۃ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”۲۸ صفر ۱۱ ہجری چہارشنبہ کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان بیقیع غرقد میں تشریف لے جا کر اہل قبور کے لیے دعاء مغفرت کی اور فرمایا: اے اہل مقابر تمہیں اپنا حال اور قبروں کا قیام مبارک ہو، کیوں کہ اب دنیا میں تاریک فتنے ٹوٹ پڑے ہیں، وہاں سے تشریف لائے تو سر میں دردھا اور پھر بخار ہو گیا اور بخار صحیح روایات کے مطابق تیرہ روز تک متواتر رہا اور اسی حالت میں وفات ہو گئی۔“

(سیرت خاتم الانبیاء، ص: 126، مکتبہ المیز ان، لاہور)۔

خلاصہ بحث

اوپر ذکر کردہ تفصیل کے مطابق ”مَنْ بَشَّرَ فِي الْخُرُوجِ صَفَرَ، بَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ“ والی روایت ثابت نہیں ہے؛ بلکہ موضوع اور من گھڑت ہے، اس کو بیان کرنا اور اس کے مطابق اپناز ہن و عقیدہ رکھنا جائز نہیں۔ نیز! ماہ صفر کے آخری بدھ کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے اور اس دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیماری سے شفاء ملنے والی بات بھی جھوٹی اور دشمنان اسلام یہودیوں کی پھیلائی ہوئی ہے، اس دن تو معتبر روایات کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی ابتداء ہوئی تھی نہ کہ شفاء کی۔

لہذا ہم سب کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم خود بھی اس طرح کے توہمات و منکرات سے بچیں اور قدرت بھروسوں کو بھی اس طرح کی خرافات سے بچانے کی کوشش کریں۔



معیار انسانیت

سفیان علی فاروقی

قرآن پاک کے اولین مخاطب، اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے محافظ و خادم، اولئک **هم الراشدون، اولئک هم الفائزون، اولئک هم المؤمنون حقاً، اولئک کتب فی قلوب هم الایمان، رضی اللہ عنہم و رضو عنہ، محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحبابیہم** جیسی سینکڑوں آیات کے حقیقی مصداق، امت کے سب سے پہلے محسنین، امت اور نبوت کا درمیانی واسطہ، دین اسلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر باقی امت تک پہنچانے والے سچے اور ایماندار لوگ، عشق رسالت کی معراج، وفا اور صدق و صفا کے پیکر یعنی قدسی صفات جماعت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ نے پوری امت کے لیے کامل نمونہ بنایا۔

نماز کیسے پڑھیں جیسے صحابہ کرام نے پڑھ کر دھلانی، حج کیسے کریں جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کے مطابق صحابہ کرام نے کیا، عشق رسالت کا معیار کیا ہے؟ صحابہ کرام کا طرز عمل، مسلمانوں کے آپسی تعلقات کیسے ہونے چاہیں جیسے صحابہ کرام کے آپسی تعلقات تھے، کفار سے برتواؤ کیسے کریں؟ جیسے صحابہ کرام نے حکم نبوی کے مطابق برتواؤ کیا، دین کی حفاظت کیسے کی جاتی؟ جیسے صحابہ کرام نے کی، اسلام کا تعلیمی و تدریسی منہج کیا ہے؟ جو صحابہ کرام کا تھا، حکومت اور حکمرانی کا طرز کیا ہوا چاہئے؟ جو صحابہ کرام کا تھا، جہاد کب کہاں اور کیسے کیا جائے؟ جب جہاں اور جیسے صحابہ کرام نے کیا یعنی وہ نور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق برتواؤ کیا، دین کی حفاظت کیسے کی جاتی؟

علیہ وسلم کے قلب اقدس پر اتارا گیا اس نور کو صحابہ کرام کے ذریعے پوری کائنات پر صدقہ کر دیا گیا علم کی خیرات صحابہ کرام کے ہاتھوں پوری امت میں بانٹی گئی، محبت اور مودت کے زمزمے انہی ہاتھوں سے اٹھائے گئے، انہی کے سینوں نے تیر کھا کر نبوت کا دفاع کیا، وہ نبوت کی آنکھیں جو دیدارِ الٰہی سے منور ہوئیں تو ان مطہر آنکھوں کا دیدارِ انہی کے حصہ میں آیا، نبوت سے لمعانیت لیکر پوری کائنات کو منور کرنا انہی کا خاصہ تھا، یہ تو ستارے تھے جنہوں نے اپنے چاند سے روشنی لیکر ظلمت کدھ عام میں ہدایت کی روشنیاں بکھیر دیں اور ان کے حصہ میں نبوت کی گواہی آئی، نبوت کے چلنے سے لیکر اندازِ تکلم، طرزِ تجھاطب تک، عدالتی فیصلوں سے لیکر محبت کی ضیاء پاشیوں تک، عبادات اور معاشرت سے لیکر معاملات کی باریکیوں تک، جہاد سے لیکر حکومت کی دلیقتوں سنجیوں تک، علم کی شناوری سے لیکر عمل کی گہرائیوں تک ہر چیز کی چشم دید گواہی بھی انہی کے حصے آئی۔

میں میرے ماں باپ میری آل اولادِ قربان ان مقدس ہستیوں پر کے جنہوں نے میری زبان اور میرے دل کو کلکے سے بہرہ ور کرنے کیلئے اپنی جوانی کی حسین راتیں گھوڑوں کی پیٹھوں پر گزار دیں، اپنے حسین دن جو ان جولائی کی سخت دوپھروں کی نظر کر دئے، اپنی خواہشات کو تحقق دیا، اپنی دولت کو نبوت کے قدموں میں ڈھیر کر کے اپنے گھروں کو خدا کے سپرد کر دیا، پاؤں میں جوتی نہیں پیٹ میں کھانا نہیں ہاتھ میں سواری نہیں لیکن نبوت کے حکم کی تعیل میں ایک لحظہ کی بھی تاخیر برداشت نہیں کی، اپنے کار و بار اپنی آل اولاد قربان کر دی، پھر کیوں نا ان کے قدموں کا کھٹکا جنت میں سنائی دے، ان کی مدحت کے ترانے سات آسمانوں پر گائے جائیں، قانون قدرت سے جنت کی بشارتیں ملیں، نبوت کی مطہر زبان ان کی تعظیم کے پروانے جاری کرے اور پھر کیوں نہ قرآن ان کی مدح سراہی کرے۔

ان کی عظمت پر قرآن یوں مہربنت فرماتا ہے۔

كُنْثُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجْتُ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَايُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

”مُونو (اے صحابہ کرام) جتنی امتیں لوگوں میں ہوں گیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کا

حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔“

وَكَذَالِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطَاطِنَ كُنُوْنَا شَهَدَآئِ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونُ النَّرْسُولُ

عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

‘اس طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا۔ تاکہ تم (روز قیامت) اور لوگوں پر گواہ بنو۔ اور پیغمبر (آخر زمان) تم پر گواہ بنیں۔’

وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعِتَّمْ وَلِكُنَّ اللَّهَ حَبِّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَرَزَّيْنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَهَ إِلَيْكُمُ الْكُفُرُ وَالْفُسُوقُ وَالْعُصْبَانَ أَوْ لَيْكَ هُمُ الرَّا شِدُّونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً وَاللَّهُ عَلَيْهِمْ حَكِيمٌ

”اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کے پیغمبر ہیں۔ اگر بہت سی باتوں میں تمہارا کہا مان لیا کریں۔ تو تم مشکل میں پڑ جاؤ لیکن خدا نے تمہارے لئے ایمان کو عزیز بنادیا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجادا دیا۔ کفر، گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا۔ یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں۔ یعنی خدا کے فضل اور احسان سے اور اللہ تعالیٰ بہت جانے والے ہیں اور حکمت والے ہیں۔“

وَالَّذِينَ أَمْنَوْا وَهَا جَرَفُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آتُوا وَنَصَرُوا أَوْ لَيْكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ

”اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور خدا کی راہ میں اٹا یاں کرتے رہے۔ اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی یہی لوگ سچے مسلمان ہیں۔ ان کے لئے (خدا کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے۔“

أَلَا تَجِدُوا قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُؤْمِنُونَ مَنْ حَادَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَوْ كَانُوا آباؤُهُمْ أَوْ أَبْنَاءُهُمْ أَوْ عَشِيرَتُهُمْ أَوْ لَيْكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَلِيلِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أَوْ لَيْكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

”جو لوگ خدا پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا اور رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدا نے ایمان (بیتھر کی لکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے اور فیض بخشی سے ان کی مدد کی ہے اور اللہ ان کو ایسی بہشتتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہیں

ہیں، داخل کرے گا۔ یہ ہمیشہ ان میں رہیں گے خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں یہی گروہ خدا کا لشکر ہے (اور) سن رکھو کہ خدا ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے۔“

مَحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ وَالْبَيْنَ مَعَهُ أَشَدُّ آئٍ عَلَى الْكُفَّارِ رَحْمَاءٌ بِإِيمَنَهُمْ۔

”محمد خدا کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں، اور آپس میں رحم دل۔“

الْأَصَابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ وَالْمَنَافِقِينَ وَالْمُسْتَكْفِرِينَ بِاللَّهِ حَارِ

”یہ (صحابہؓ) صبر کرنے والے ہیں اور راست باز ہیں اور فروتنی کرنے والے ہیں اور خرچ کر

نے والے ہیں اور پچھلی رات میں گناہوں سے بکشش چاہنے والے ہیں۔“

فَإِنْ أَمْنُوا إِيمَانُهُمْ بِهِ قَدِ اهْتَدَوْا إِنْ تَوَلُّوْ فَإِنَّمَا هُمْ فِي شَقَاقٍ

”تو اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئے جس طرح تم ایمان لے آئے تو ہدایت یافتہ ہو

جانکیں گے اور اگر منہ پھیر لیں اور نہ مانیں تو وہ (گمراہی) میں ہیں۔“

آج کے اس نازک دور میں کہ جب ان عظیم ہستیوں کو متنازع بناؤ کر پوری اسلام کی عمارت گرانے کی ناکام اور مزرموم سازشیں کی جارہی ہیں ایسے وقت میں نہایت ضروری ہے کہ صحابہ کرام کی زندگیوں کو پڑھا جائے، ان کی قربانیوں سے عوام کو آگاہ کیا جائے، ان روشن ستاروں سے روشنی لیکر اپنی زندگی کو سنبھوارہ جائے، اپنے معاملات اور معاشرت کو بہتر کیا جائے، اپنا طرز حکمرانی درست کیا جائے اور ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جائے جو عہد نبوی کا پرتو ہو کیونکہ وہ ایسا کامیاب اور کامران معاشرہ تھا کہ دنیا اس کی نظر پیش کرنے سے عاجز ہے، تاریخ انسانیت میں یہ بہت بڑا انقلاب تھا جو برپا ہو چکا تھا اور دنیا شدرو حیران تھی یہ سب کیسے ممکن ہوا؟ اور آج بھی ہمیں اپنے مذہبی، وسیاسی، سماجی و معاشرتی مسائل کے حل کے لئے شاگردان رسالت کی لمحہ افروزیوں سے اپنے چون پاکستان کو سجنانا اور منور کرنا ہو گا تاکہ ہمارا پیارا وطن عزیز پاکستان ناصرف اپنے مسائل سے نکلے بلکہ پوری دنیا کی قیادت و سعادت کے منصب جلیلہ پر فائز ہو جو کہ اس کی بنا کا اصل مقصد اور مقصد اعظم محمد علی جناح کا حقیقی خواب تھا۔



استاذ اکل

مولانا رسول خان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

محمد معاذ لاہوری مدرس جامعہ اسلامیہ فریدیہ بندروڈ لاہور

استاذ اکل حضرت مولانا رسول خان صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جہت شخصیت تھے ایک طرف جہاں آپ علوم آلیہ منطق و فلسفہ کے ماہر تھے وہیں علوم عالیہ قرآن و حدیث کے اندر بھی مہارت تامہ رکھتے تھے آپ کی پیدائش ضلع ہزارہ کے علاقہ "اچھریاں" میں ۱۲۸۸ / ۱۸۷۱ میں ہوئی، ضلع ہزارہ (قدیم) اس وقت بڑے بڑے علماء کا مرکز اور فنون کی تعلیم میں متاز تھا، چنانچہ ابتدائی تعلیم ضلع کے علماء ہی سے حاصل کی اس کے بعد آپ بھوئی گاؤں کیمبل پور تشریف لے گئے جہاں سے فنون کی تعلیم حاصل کی (مشاہیر علماء سرحدص: ۲۲۲)

اعلیٰ تعلیم

ابتدائی تعلیم کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کی خاطر ۱۹۰۲ / ۱۳۲۰ میں دارالعلوم دیوبند داخلہ لیا اور یہیں سے ۱۹۰۵ / ۱۳۲۳ میں فراغت حاصل کی (مشاہیر علماء سرحدص: ۲۲۲) دیوبند میں جن اساتذہ سے آپ نے استفادہ کیا ان میں علاقہ بفہ (ہزارہ) کے مشہور عالم حضرت مولانا غلام رسول بفوی تھے جن سے منطق فلسفہ اور دیگر فنون میں استفادہ کیا اس کے علاوہ جن حضرات سے آپ نے حدیث میں استفادہ کیا ان کی تفصیل اس طرح سے ہے: شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی: بخاری شریف، ترمذی شریف مولانا محمد احمد بن قاسم نانوتوی: ابو داؤد شریف مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی: نسائی شریف، موطا امام مالک و محمد مولانا حکیم محمد حسن دیوبندی: مسلم شریف، ابن ماجہ شریف (بجم الشیوخ ص:) دیوبند سے فراغت کے بعد مدرسہ

امداد الاسلام صدر بازار میرٹھ میں صدر مدرس رہے، ۱۹۳۳ / ۱۹۱۵ میں آپ کو دیوبند بلا لیا گیا اور منطق و فلسفہ کے اہم اساق ذمہ لے گئے (دارالعلوم دیوبند کی جامع و مختصر تاریخ ص: ۲۰۷)۔

دورہ حدیث کے اساق ۱۸ محرم ۱۳۳۷ / ۱۹۱۸ کتوبر مولانا غلام رسول بفوی کا انتقال ہوا آپ دورہ حدیث میں سمن اہن ماجھ پڑھایا کرتے تھے، آپ کے انتقال کے بعد آپ کے اساق آپ کے تلمذ مولانا رسول خان صاحب کے پاس منتقل ہوئے، اس سال کے فضلاء میں مولانا ادریس کاندھلوی، مولانا قاری محمد طیب، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا محمد چراغ گجرانوالی وغیرہ شامل ہیں، (حیات طیب جلد: اص: ۶۱)۔

اس عرصہ میں آپ سے پڑھنے والے طلباء بعد میں آسمان علم کے تابندہ ستارے بنے، چند نام ذیل میں درج کیے جاتے ہیں جس سے اندازہ ہوگا ان طلباء میں ہر ایک اپنی اپنی جگہ مدرسہ ہے: مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا سید میرک شاہ اندرابی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا قاری محمد طیب، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا محمد چراغ گجرانوالہ، مولانا جبلیل احمد کیرانوی، مولانا حکیم عبدالحکیم، مولانا سید عبدالحق نافع گل، مولانا سید طاہر حسین امر وہوی، مولانا عبدالحلق ملتانی، مولانا قاضی شمس الدین کیمیل پوری، مولانا محمد ادریس میرٹھی، مولانا سید محمد میاں دیوبندی، مولانا مفتی محمد حسن امرتسری، مولانا سید اشfaq علی سنبھلی، مولانا محمد منظور عثمانی، مولانا عبد اللہ لدھیانوی، مولانا عبد الرشید نسیم جاولوت، مولانا محمد ذاکر جھنکوی، مولانا محمد حسین بہاری، مولانا سید احمد رضا بکنوری، مولانا فخر الحسن مراد آبادی، مولانا ضیاء الحق کیمیل پوری، مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک، مولانا معراج الحق دیوبندی، مولانا مرغوب الرحمن مہتمم دارالعلوم، مولانا سید قاضی زاہد حسین کیمیل پوری، مولانا عبدالغنی جلالیہ کیمیل پوری، مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی، مولانا عبدالحکیم زربوی وغیرہ شامل ہیں (فہرست فضلاء دیوبند، مطبوعہ ادارہ پیغام محمد دیوبند) ۱۳۵۳ میں آپ لاہور اور بیتل کالج تشریف لے آئے اور مولوی فاضل کی کلاس کو پڑھانا شروع کیا نصاب میں کئی مفید تبدیلیاں کر کے صحیح بخاری اور بیضاوی شریف کو بھی شامل کیا۔

جامعہ اشرفیہ آمد

حضرت مفتی محمد حسن صاحب کی پر زور فرماںش پر آپ نے جزوی طور پر جامعہ اشرفیہ میں تدریس قبول کی لیکن اور بیتل کالج سے ریٹائرمنٹ کے بعد حضرت مفتی صاحب سے کیے وعدہ کے مطابق آپ

جامعہ مستقل طور پر تشریف لے آئے جامعہ اشرفیہ میں آپ کے پاس ترمذی شریف، مسلم شریف اور ابو داؤد شریف متعدد سالوں میں رہیں بخاری شریف آپ نے اور ینٹل کالج میں پڑھائی جبکہ حدیث کی دیگر کتابیں دیوبند اور جامعہ اشرفیہ میں پڑھائیں اسی وجہ سے آپ کے شاگرد حضرت مولانا علی اصغر صاحب عباسی رحمہ اللہ آپ کا قول نقل کیا کرتے تھے الحمد للہ بندہ نے تمام کتب حدیث پڑھا وہ بھی اپنے وقت کے محدث بنے نہ نہ کے طور پر چند نام درج ذیل ہیں مولانا قاضی یعقوب خان سواتی، مولانا عبدالرحمن اشرفی، مولانا صوفی محمد سرور، مولانا فضل الرحمن اشرفی، مولانا عبدالرشید کشمیری، مولانا قاری محمد عارف ہزاروی، مولانا محب النبی بن مولانا خیاء الحق کیمیل پوری (دونوں باب بیٹا آپ کے شاگرد ہیں والد دیوبند کے اور بیٹے اشرفیہ کے)، مولانا قاری فیوض الرحمن صاحب ہزاروی مظلہ وغیرہ شامل ہیں

استاذ الکل دیوبند مدرسہ کی تاریخ کو جب ہم دیکھتے ہیں تو یہ لقب اولاد مولانا مملوک اعلیٰ رحمہ اللہ کے لیے استعمال ہوا کیونکہ آپ اپنے زمانے کے اکثر علماء کے استاذ تھے۔ دیکھا جائے تو آپ کے شاگرد، مظاہر علوم میں دیکھا جائے تو آپ کے شاگرد اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنی عمر کے جس حصے میں آپ جامعہ اشرفیہ تدریس کر رہے تھے تو اس وقت بھی بخاری، مسلم اور ابو داؤد پڑھانے والے مہتمم صاحب بھی آپ کے شاگرد تھے، مولانا اوریں کاندھلوی رحمہ اللہ نے دیوبند میں آپ سے ابن ماجہ اور شماں ترمذی پڑھی جبکہ مولانا خیاء الحق صاحب کیمیل پوری نے دیگر کتابوں کے علاوہ مسلم شریف پڑھی جو استاذ جی کی موجودگی ہی میں جامعہ اشرفیہ میں پڑھاتے تھے اور مفتی حسن صاحب نے سنن نسائی وغیرہ پڑھیں اسی وجہ سے زمانے نے آپ کو بجا طور پر استاذ الکل کے لقب سے یاد کھانا دن از تدریس آپ کے درس کی کیفیت اس انداز میں ذکر کی گئی ہے: حضرت مولانا رسول خان صاحب ہزاروی معقولات کے ساتھ منقولات میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے، علوم عقلیہ و نقلیہ کو طالب علم کی استعداد کے مطابق اس طرح سمجھاتے تھے کہ مسئلہ طلبہ کے ذہن نشین ہو جاتا تھا، ان کا درس تفہیم کے لحاظ سے ممتاز سمجھا جاتا تھا، درستی تقریر جامع اور پر مغز ہوتی تھی (دارالعلوم دیوبند کی جامع و مختصر تاریخ ص: ۶۷) بیعت آپ حکیم الامم حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے ممتاز خلفاء میں سے تھے۔

وصال

آپ شعبان کی چھٹیوں میں آبائی علاقے اچھڑیاں تشریف لے گئے یہیں، رمضان ۱۳۹۱ / ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۱ پیر کو اسلامی اعتبار سے ایک سوتین سال اور عیسوی لحاظ سے سو سال کی عمر میں وصال ہوا، آپ کی تدفینی اچھڑیاں کے قبرستان میں ہوئی تو ارتخ و فاقدیم زمانے سے دستور چلا آرہا ہے شعر اتارنخ پیدائش اور وفات کو شعر کی صورت میں یا نام کی صورت میں محفوظ کر لیتے تھے جسے مادہ تاریخ کہا جاتا تھا چنانچہ آپ کے وصال پر بھی حضرت مفتی جمیل صاحب نے تو ارتخ کہیں جو درج ذیل ہیں: (نوٹ یہ تو ارتخ ان سے علیحدہ ہیں جلوح مزار پر کندہ ہیں)

فات فیضک (۱۳۹۱) فات فضلک (۱۳۹۱) و ر فعلالک ذکرک (۱۳۹۱) (مشاہیر علماء سرحد ص: ۲۲۶) لوح مزارلوح مزار تاریخی حیثیت رکھتے ہیں اسی وجہ سے بعض اہل علم کی تحقیقیں کا محور الماح مزار ہی تھا، اسی اہمیت کے پیش نظر حضرت کے لوح مزار کو یہاں برادرم حافظ اویس صاحب کے شکریہ کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے جو سفر مانسہرہ کے دوران رقم کی گزارش پر اچھڑیاں گئے اور لوح مزار کی تصویر بھی رقم اس حوالے سے بھی ان کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ انہی کی خواہش پر حضرت کا تذکرہ لکھنا شروع کیا جوان کی کرامت سے طویل ہو گیا مولانا رسول خان صاحب کی لوح مزار اس حوالے بھی اہم ہے کہ اس پر حضرت مولانا مفتی جمیل صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی کہی ہوئی تین تاریخیں اور تین ہی تاریخی قطعے درج ہیں لوح کی عبارت یہ ہے: بسم الله الرحمن الرحيم عسى يعطيك ربك فترضي (۱۹۷۱) فرود گاہ مولانا رسول خان (۱۳۹۱) رضى الله عن نفسه (۱۳۹۱) تارنخ وصال شيخ المشائخ استاذ العلماء حضرت مولانا محمد رسول خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مدرس دارالعلوم دیوبند، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور بروز پیر بتاریخ ۴ رمضان ۱۳۹۱ مطابق ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۱ (قطعہ عربی)

فقدت شیخاً لانا عظیماً —————— إلیه قدینتمی العلائین قوم و ناح قوم —————— قل القضاء به الرضا (۱۹۷۱) (قطعہ فارسی) وفات حضرت رسول خان شد ————— غم کے افتاب کروں گلقولم بتاریخ سال رحلت ————— زوال شمس رسول خان گفت (۱۳۹۱) (قطعہ اردو) شیخ مولانا رسول خان ولی مقتدا عالم دین تینیں و عارف عالی صفات فیض جن سے لے رہے تھے اہل علم و معرفت شاہ ولایت ان کا ہے سال وفات (۱۳۹۱)



نکاح۔۔ اسلام کا عظیم تحفہ

مولانا عاشق الہی بلند شہری

محبت کیلئے نکاح سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ محبت کرنے والوں کیلئے نکاح سے بڑھ کر تم نے کوئی چیز نہیں دیکھی۔ (مشکوہ)

دنیا میں محبت کی ادائیں بھی ہیں اور بعض کی فضائیں بھی ان کے اساب میں اور ان کے اساب بھی مختلف ہوتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ محبت کا جوڑ لگانے والی چیزوں میں نکاح کا جوڑ سب سے زیادہ مضبوط ہے اور محبت کے بڑھانے اور باقی رکھنے میں نکاح سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں کسی خاندان کا مردا و کسی خاندان کی عورت، ایک عربی دوسرا عجمی، ایک ایشیائی دوسرا افریقی، جب شرعی نکاح ہو جاتا ہے تو ایک دوسرے پر نثار ہوتا ہے اور الفت و محبت وہ رنگ لاتے ہے کہ عمر بھر ساتھ نہیں چھوٹتا نکاح کے علاوہ بھی بعض مردو عورت نفسانیت کیلئے نام نہاد محبت کر لیتے ہیں مگر یہ محبت نہیں ہوتی بلکہ نفس کی مطلب برآری کیلئے ایک جوڑ ہوتا ہے جس کا نام محبت رکھ دیا جاتا ہے جب مطلب نکل جاتا ہے یا مقصد میں ناکامی ہو جاتی ہے تو پھر یہ کہاں اور وہ کہاں؟۔

یہ کیسی محبت اور کیسی الفت؟ سب بھاڑ میں ڈال دی جاتی ہے نکاح کے ذریعہ جو تعلق پیدا ہوتا ہے وقت نہیں ہوتا بلکہ زندگی بھرنا ہنسنے کی نیت سے ایجاد و قبول ہوتا ہے اسی لئے طلاق کو حدیث شریف میں بعض والی چیز بتا یا ہے، نکاح کا مقصد خواہش نفس کا تقاضا پورا کرنا ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے ذریعہ مرد کی حیثیت بڑھ جاتی ہے وہ آں اولاد اور گھر بار والا ہو جاتا ہے لوگ اسے بھاری بھر کم سمجھتے ہیں عورت بھی ایک

گھر کی ملکہ بن جاتی ہے عورت مرد دونوں زندگی بھر کے لئے ایک دوسرے کے ہمدرد اور دل سکھ کے ساتھی اور آرام و تکلیف کے شریک ہو جاتے ہیں یہ بات بے نکاح جھوٹی محبت میں کہاں؟ پھر مزید یہ کہ شوہر و بیوی کئی خاندانوں میں محبت والفت کا ذریعہ بن جاتے ہیں جن خاندانوں میں کبھی کوئی جوڑ نہ تھا ایسے خاندان ایک دوسرے کے ہمدرد بن جاتے ہیں، سہمی دوسرے کی زیارت کیلئے جارہا ہے اور عورت کا بھائی اپنی ہمیشہ کے شوہر کی تجارتداری میں لگا ہوا ہے داماد ساس کو حج کیلئے لے جارہا ہے، خسر داما د کو دوکان کرنے کیلئے رقم دے رہا ہے وغیرہ وغیرہ، یہ محبتیں اور خدمتیں ایک شرعی نکاح ہی کی وجہ سے ہوئیں۔

وہ نکاح سب سے با برکت ہے جس میں اخراجات کم ہوں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ برکت کے اعتبار سے بڑا نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم اخراجات ہوئے ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح اور بیوہ شادی میں کم سے کم اخراجات کرنا چاہئے، نکاح میں جس قدر اخراجات کم سے کم ہوں گے وہ نکاح اسی قدر بڑی برکتوں والا ہوگا اس کے منافع جانبین کو ہمیشہ پہنچتے رہیں گے اور یہ نکاح دنیا و آخرت کی بھلائی کا ذریعہ ہوگا۔

ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شادیاں بھی کیں اور اپنی لڑکیاں بھی بیاہ ہیں، یہ شادیاں نہایت سادگی کے ساتھ انجام پائیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چیختی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں ان سے نکاح تو مکہ معظمه میں ہو گیا تھا پھر بھرت کے بعد مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی اور کس شان سے رخصتی ہوئی؟ یاد رکھنے کے قابل ہے۔
(جاری ہے)



بیس ملکوں کا سفر

مفتی تقی عثمانی مدظلہ

قط نمبر 13

سفر نامہ وہ بیانیہ ہے جسے مسافر سفر کے دوران یا منزل پر پہنچ کر اپنے تجربات اور مشاہدات کی مدد سے تحریر کا جامہ پہناتا ہے اور اپنی گزروی ہوئی کیفیات سے دوسروں کو واقف کرتا ہے۔ راہ میں پیش آنے والے اپنے تجھیر، استحقاب اور اضطراب کو اس طرح سے قسم بند کرتا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے نہ صرف پوری تصویر آجائی ہے بلکہ اس مقام سے متعلق تمام معلومات مع تفصیل اس کے علم اور آگئی میں اضافہ کر دیتی ہیں۔ ”جہان دیدہ“ بھی ایسا ہی ایک سفر نامہ ہے جو شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ کے سفر ناموں کا پہلا مجموعہ ہے جو بیس ملکوں کے سفر کی تفصیل اور ویداد پر مشتمل ہے۔ قبل ازیں آپ ان صفات پر حضرت مفتی صاحب کا سفر نامہ ”سفر در سفر“ پڑھ چکے ہیں جسے قارئین نے بہت پسند کیا۔ اب قحط وار ”جہان دیدہ“ شائع کیا جا رہا ہے جو نہایت دلچسپ اور اپنے اندر پیش کیا معلومات کا خزینہ لئے ہوئے ہے، امید ہے قارئین پسند کریں گے اور یہ سلسلہ ان کے علم و عمل میں اضافے کا باعث بنے گا۔ انشاء اللہ

مصر اور الجزاير میں چند روز

جمهوریہ الجزاير کی وزارت مذہبی امور پچھلے ایک سال سے ہر سال عالم اسلام کے علماء اور مفکرین کا ایک بین الاقوامی اجتماع منعقد کرتی ہے جس کا نام ”ملتقی الفکر الاسلامی“ ہے۔ ہر سال اس اجتماع کا ایک مرکزی موضوع متعین کر دیا جاتا ہے اور تمام مقالہ نگار اس موضوع پر

اپنے مقالات پیش کرتے ہیں دو سال پہلے "اجتہاد" کے موضوع پر منعقد ہوا تھا اور اس میں راقم الحروف کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی میں نے اپنا مقالہ تو اس اجتماع میں بھیج دیا تھا جو وہاں شائع ہو کر تقسیم ہوا اور بعد میں اسلام آباد کے مجلہ "الدراسات الاسلامیہ" نے بھی اسے نقل کیا لیکن میں خود اپنی مصروفیات کی وجہ سے الجزاً رہنے جاسکا۔

اموال رمضان المبارک کے دوران پھر اس اجتماع کیلئے دعوت موصول ہوئی رفتہ رفتہ مختلف تجربات کی روشنی میں اب بین الاقوامی کافرنسوں سے دل اکٹانے لگا ہے، اس لئے کہ عام طور پر ثبت نتیجہ برآمد ہوتا نظر نہیں آتا اس لئے صرف کافرنس کی شرکت کیلئے اب کسی سفر پر دل آمادہ نہیں ہوتا، البتہ چونکہ اب تک مغربی اسلامی ملکوں میں سے کہیں جانا نہیں ہوا، اور اس پوری سر زمین سے اسلام کے درخشاں دور کی بڑی یادیں وابستہ ہیں اس لئے الجزاً رہ دیکھنے اور وہاں کے مسلمانوں سے ملنے کا شوق مدت سے تھا اور اس مرتبہ اس اجتماع کی تاریخیں بھی ایسی تھیں کی شرکت میں کوئی دوسرا اہم مصروفیات مانع نہ تھیں اس لئے بنام خدا تعالیٰ اس سفر کا ارادہ کر لیا۔

پاکستان سے الجزاً رہ کیلئے چونکہ کوئی براہ راست فضائی سروں موجود نہیں ہے اس لئے کسی دوسرے ملک کے واسطے سے جانا پڑا، اور ان پروازوں کا باہمی تعلق کچھ اس قسم کا تھا کہ میرے لئے اجتماع کے شروع میں پہنچنا ممکن نہ تھا۔ یہ اجتماع پیر 8 جولائی سے 16 جولائی تک جاری رہنا تھا اور میں سہ شنبہ 9 جولائی کی شب ڈھائی بجے پی آئی اے کے طیارے سے قاہرہ کے لئے اور پیچ میں ایک گھنٹے کیلئے دئی رکتا ہوا مصروف وقت کے مطابق صحیح سائز ہے چبے قاہرہ ہوائی اڈے پر اتر گیا، یہاں ہوائی اڈے پر استقبال کیلئے کوئی موجود نہ تھا جن حضرات کو میں نے اطلاع کی تھی غالباً ان کو اطلاع نہیں مل سکی لیکن پی آئی اے کے عملے، باخصوص قاہرہ کے اسٹینشن میٹنگ فاروق حمید صاحب نے بڑی محبت اور اخلاق کا معاملہ کیا اور بغفلہ تعالیٰ ہوائی اڈے کے تمام مراحل سے بآسانی گزار کر نہایت آرام سے ہوٹل پہنچا دیا۔ مجھے الجزاً کے طیارے کے انتظار میں یہاں دون دن ایک رات ٹھہرنا تھا آج کل مصر میں پاکستان کے سفیر ہمارے سابق وزیر اطلاعات راجہ ظفر الحق صاحب ہیں، ہوٹل سے میں نے انہیں فون کیا تو انہوں نے احرقر کی آمد پر خوشی

کا اظہار کیا اور تھوڑے آرام کے بعد ہوں گا ٹری بھیج دی گئی جس کے ذریعے پاکستانی سفارت خانے جانا ہوا۔ راجہ صاحب ما شا اللہ بڑی محبوب اور لاعزیز شخصیت کے مالک ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سے ان کی وزارت کے زمانے میں بھی بڑا کام لیا اور جب وہ مصر میں سفیر بن کر پہنچ تو انہوں نے یہاں علمی و دینی حلقوں کے دل موجہ لئے ہیں ان سے دلچسپ ملاقات رہی اور مصر کے حالات معلوم ہوئے۔

قاهرہ کے پچھلے سفر میں اہرام مصر نہیں دیکھ سکا تھا کیونکہ وہ عام شہر سے ذرا فاصلے پر واقع ہیں راجہ صاحب نے خود اپنی گاڑی فراہم کر کے اہرام تک جانا آسان کر دیا چنانچہ اس مرتبہ تاریخی عبرت گاہ بھی اطمینان کے ساتھ دیکھنے کا موقع ملا۔

اہرام مصر

عہد قدیم میں دنیا کے جو سات عجائب مشہور تھے ان میں سے اہرام مصر ہی تنہا وہ عجوبہ ہے جو آج تک باقی چلا آتا ہے۔ ہزار سال قبل مسیح (علیہ السلام) بتی ہوئی یہ حیرت انگیز عمارتیں آج بھی انجینئرنگ کی تاریخ کا عجوبہ سمجھی جاتی ہیں اور آج جب کہ انجینئرنگ اپنے بام عروج پر پہنچی ہوئی ہے ”الحرم الالکبر“ اس دور میں بھی اپنے طول و عرض اور اونچائی کے لحاظ سے دنیا کی سب سے بڑی عمارت ہے۔

یہ عمارت کس نے اور کیوں بنائی؟ اس کے بارے میں تاریخی روایات اس قدر مختلف ہیں کہ ان کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہے مصر کے مشہور مورخ علامہ مقریزیؒ لکھتے ہیں۔

لوگوں کے درمیان اہرام کی تاریخ تعمیر، اس کے بنی کے نام اور تعمیر کے سبب کے بارے میں اختلاف ہے اور اس سلسلے میں متضاد اقوال ہیں جن میں سے اکثر صحیح نہیں۔ (انخطاب المقریزی ص 198، ج 1) لیکن قدیم قدیم عربی مأخذ میں اس سلسلے میں جو روایت زیادہ مشہور ہے وہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان سے پہلے مصر کے ایک بادشاہ سوریدنے ایک خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر بعض کاہنوں اور نجومیوں نے یہ دی کہ دنیا پر ایک عالمگیر مصیبت آنے والی ہے۔ سوریدنے اس موقع پر اہرام کی تعمیر کا حکم دیا اور اس کے اندر کچھ ایسی سرگنیں بنائی تھیں جن سے دریائے نیل کا پانی داخل ہو کر کسی خاص جگہ تک جاسکے نیز اس عمارت میں ہر طرح کے عجائب بھی شامل کئے تھے اور اس وقت اہل مصر سائنس اور حساب سے لیکر

طب اور سحر تک جتنے علوم سے واقف تھے ان کو اس عمارت کی دیواروں، چھتوں اور ستونوں پر لکھ کر محفوظ کیا تھا بعد میں اسی عمارت کو بادشاہوں کے مقبروں کے طور پر بھی استعمال کیا۔ (حسن الحاضر للسيوطی، ص 33 تا 35) ایک روایت یہ ہے کہ اہرام کا بانی قوم عاد کا ایک بادشاہ شداد تھا اور بعض روایتوں میں حضرت ادریسؓ کو ان کا بانی قرار دیا گا ہے۔ (الخطط المقریزیہ، ص 210، ج 1)

ان عمارتوں کے بارے میں طرح طرح کی طسماتی کہانیاں بھی مشہور ہی ہیں جو علامہ سیوطیؓ اور علامہ مقریزیؓ نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں۔

لیکن عہد جدید میں آثار قدیمہ کے ماہرین نے مختلف کھدائیوں اور دریافت شدہ تحریروں کی تحقیق کے بعد جو رائے قائم کی ہے وہ یہ ہے کہ اہرام مصر دراصل عہد قدیم میں بادشاہوں کے مقبرے کے طور پر تعمیر کئے گئے تھے اس دور میں بادشاہوں کے مقبرے اسی مخروطی شکل میں تعمیر کئے جاتے تھے اور فراعنه کے چوتھے سے لے کر سترھویں خاندان تک مقبروں کا یہی اسلوب مقبول عام رہا چنانچہ مصر کے مختلف حصوں میں بہت سے اہرام تعمیر کئے گئے۔ چنانچہ تقریباً اسی اہرام کے آثار دریائے نیل کے مغربی علاقے اور مصر کے زیریں اور وسطی خطوں میں اب بھی پائے جاتے ہیں لیکن یہ اہرام زیادہ تر معمولی سائز کے تھے اور انہیں مخروطی شکل دینے کیلئے سیڑھیوں کا ساندراختیار کی گیا تھا ان کو "الاہرام الصادقة" (True Pyramids) کہا جاتا ہے ان اہرام میں سے قدیم ترین مقبرہ شہر صفرہ سے چند میل جنوب میں واقع ہے اور کہا جاتا ہے کہ شاہ اسنیفر نے 1600 قم میں تعمیر کیا تھا جو فراعنه کے چوتھے شاہی خاندان کا ایک بادشاہ تھا۔ (Encyclopaedia International Lexican 1982 V.15 p.194)

لیکن یہ اہرام اپنی قدامت کے باوجود فن تعمیر کے نقطہ نظر سے کوئی عجوبہ قرار نہیں دیئے گئے بعد میں تین اہرام قاهرہ کے قریب چیزہ کے علاقے میں (جواب قاهرہ ہی کا حصہ بن گیا ہے) تعمیر کئے گئے یہ اپنے سائز کے اعتبار سے بھی غیر معمولی تھے اور ان کو مخروطی شکل دینے کیلئے سیڑھیوں کا ساندراختیار کیا گیا بلکہ نیچے سے اوپر تک سطح کو سپاٹ رکھتے ہوئے انہیں مخروطی شکل دی گئی یہی تین اہرام دنیا کے عجائب میں شمار ہوتے ہیں اور آج بھی دنیا کے سیاحوں کی دلچسپی کا مرکز ہیں۔

جدید تحقیق کے مطابق یہ تین اہرام حضرت مسیح سے تقریباً ڈھائی ہزار سال پہلے فراعنة مصر کے چوتھے خاندان کے بادشاہ خوف اور اس کے بیٹوں خفرے اور منکارہ نے تعمیر کئے تھے ان میں سب سے بڑی عمارت "اہرم الاکبر" کہلاتی ہے اور وہ خوف نے تعمیر کی تھی، زمین پر اس کا مجموعی رقبہ 13.1 (تیرہ اعشارہ ایک) اکیٹر ہے اور صرف ایک سمت سے زمین پر اس کا طول 756 فٹ ہے تیار ہونے کے بعد اس کی اونچائی 481.4 فٹ تھی بعد میں کچھ بالائی حصہ کم ہو گیا تو اونچائی 31 فٹ کم ہو گئی اس کی تعمیر میں بیس لاکھ سے زیادہ پتھر کے بلاک استعمال ہوئے ہیں جن میں سے کوئی پتھر 2 ٹن سے کم نہیں ہے بعض پتھر 15 ٹن وزنی بھی ہیں لیکن اوس طاپتھروں کا وزن ڈھائی ٹن ہے لیکن ان پتھروں کو ایسی فنکاری کے ساتھ جوڑا گیا ہے کہ ان کی درمیانی جھری باہر سے نظر ہی نہیں آتی اور دور سے پوری عمارت ایک ہی دیوبیکل مخزوٹی پتھر معلوم ہوتی ہے۔ ایک امریکی ماہر آثار قدیمہ ڈیسمند اسٹیورٹ نے اہرام مصر پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اس میں وہ لکھتا ہے:

دنیا بھر میں پتھر کی سب سے بڑی تعمیر تیرہ اکیٹر کے رقبے میں کھڑی ہے جو بیس لاکھ سے بھی زائد بلاکوں پر مشتمل ہے اور یہ بلاک اوس طاپ ڈھائی ٹن وزنی ہیں اس کی ہر سمت 755 فٹ طویل ہے لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ تمام کوئے مکمل طور پر بالکل صحیح زاویہ بناتے ہیں اور سامنے کے پتھر اتنے ٹھیک ٹھیک نصب کئے گئے ہیں کہ ان کے درمیان جوڑ نظر نہیں آتے۔ (Desmond Stewart, The

Pyramid And Spring New York 1978, P, 166)

"تیرا" ہرم اصغر" ہے یہ تعمیر کے وقت 218 فٹ بلند تھا اور اب 204 فٹ بلند ہے اور یہ جیفرے جاشنین میکارہ کا تعمیر کردہ ہے جو مائی سرینوں کے نام سے معروف ہے یہ تینوں اہرام چونکہ قاہرہ کی عام سطح زمین سے کافی بلند ہیں اس لئے یہاں سے شہر قاہرہ کا منظر بھی بڑا خوشنما ہے اور یہاں ہر وقت سیاحوں کا ہجوم رہتا ہے۔



درس نظامی کی کتابیں کس طرح پڑھائی جائیں؟

مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

علماء نے تعلیم و علم کو باقاعدہ موضوع بنایا

آج کل کے ماحول میں تعلیم و تربیت یہ بذات خود ایک مستقل فن بن چکا ہے اس کا آغاز تو در حقیقت ہمارے ہی حضرات نے کیا تھا جس علم کو آج تعلیم یا ایجوکیشن کہتے ہیں اگر اس کا بنیادی مأخذ تلاش کیا جائے اور اس کی تاریخ پر تحقیق کی جائے تو شاید یہ بات صحیح ہوگی کہ اس کو باقاعدہ موضوع بنانے والے در حقیقت علماء اسلام ہی ہی انہوں نے ہی اس کو ایک باقاعدہ موضوع بنایا اس کے آداب اس کے طریقے اور اس کے مناجھ لوگوں کو واضح طور پر بتائے اس پر کتابیں تالیف کیں کم از کم میرے علم میں نہیں ہے کہ ان علمائے کرام سے پہلے تعلیم و تربیت کے موضوع پر کسی اور نے کتابیں لکھی ہوں۔

تعلیم کے موضوع پر کتابیں

میرے علم کے مطابق سب سے پہلے اس موضوع پر ہمارے اسلاف میں سے چار بزرگوں نے کتابیں تالیف فرمائیں جو بڑی ہی نافع اور نہایت ہی مفید ہیں اور میرا نمیال تھا کہ اگر حاضری سے پہلے موقع ملا تو ایک مرتبہ ان کتابوں پر بھی نظر ڈال لوں گا لیکن مختلف مصروفیات کی وجہ سے ذہن سے نکل گیا اور اس کا موقع نہ مل سکا لیکن اس لئے ذکر کرتا ہوں کہ یہ کتابیں ایسی ہیں جنہیں اگر ہم غور سے پڑھیں اور ان سے استفادہ کرنے کی کوشش کریں تو تعلیم کے موضوع پر جتنے بنیادی اہم اصول ہیں وہ سارے کے سارے میں سمجھتا ہوں کہ اس کے اندر مل جائیں گے اور مزید تفسیر و تشریح کیلئے تو بہت بڑا میدان پڑا ہوا ہے لیکن جب

کوئی علم یا فن ابتداء میں ایجاد کیا جاتا ہے یا پہلی بار اس کی بنیاد رکھی جاتی ہے تو اس میں اصول ہی بیان ہوتے ہیں پھر اس کی تفصیلات کرنے والے بے شمار ہوتے ہیں ہر علم و فن کا یہی حال ہے امام شافعیؓ نے "الرسالة" تحریر فرمایا اصول فقہ کی بنیاد میں اس کے اندر ڈال دیں آنے والوں نے اس پر تفسیر و تخریج کا سلسہ شروع کیا اور اصول فقہ کی عظیم کتابیں وجود میں آگئیں لیکن سہرا آج بھی امام شافعیؓ کے سر ہو گا اگرچہ بعد میں آنے والوں نے اس کو آگے بڑھا کر نہیں کیمیں پہنچایا ہو جن حضرات نے اس موضوع پر لکھا ان میں آپس میں ترتیب کیا ہے وہ مجھے یاد نہیں لیکن چار کتابیں مجھے یاد ہیں کیونکہ وہ میری نظر سے گزری ہیں۔

آداب علم کے موضوع کی پہلی کتاب

ایک کتاب تو علامہ عبدالکریم سمعانیؓ کی "آداب الاماء والستملائی" ہے۔ علامہ عبدالکریم سمعانی وہ بزرگ ہیں جو حدیث کے رجال کے امام ہیں اور جن کی انساب کے اوپر کتاب ہے "الانساب للسماعانی" اس سے زیادہ مستند کتاب کوئی اور نہیں، انہوں نے یہی چھوٹا سا ایک رسالہ لکھا ہے "آداب الاماء والستملائی" املاء سے مراد تعلیم اور استملاء سے مراد تعلم ہے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ حدیث میں طریقہ یہ ہوتا تھا کہ استاد احادیث املاء کرایا کرتا تھا اور طالب علم وہ احادیث لکھا کرتے تھے تو املاء یعنی احادیث لکھوانا اور استملاء یعنی احادیث استاد سے لیکر لکھنا اسی کتاب میں علامہ سمعانیؓ نے لکھا ہوا ہے کہ حضرت علی ابن مدینؓ کے درس میں (صحیح عدد یاد نہیں رہا) ایک درس میں اتنی ہزار دو تین شمار کی گئیں اور اس ہی میں کسی کا قول نقل کیا گیا ہے کہ علی ابن مدینؓ کا درس صحیح کو اشراق کے بعد شروع ہوتا تھا تو اس درس میں مناسب جگہ پانے کیلئے طبلاء ایک دن پہلے عصر سے جا کر بیٹھا کرتے تھے تب جا کر صحیح جگہ ملتی تھی تو اتنی بڑی جماعتیں ہوتی تھیں اس واسطے استاد جب بیان کرتا تو آواز سب کو پہنچتی نہیں تھی اس لئے مناسب وقوف پر لوگ بٹھا دیے جاتے تھے کہ جو کچھ استاد کہہ رہا ہے وہ اپنے بعد کے لوگوں کو دھرا سکیں ان کو بھی عملی کیا جاتا تھا تو امام سمعانیؓ نے آداب الاماء والستملاء میں یہ بتایا ہے کہ املاء کا ادب کیا ہے؟ یعنی تعلیم کا ادب کیا ہے؟ اور استملاء کا ادب کیا ہے؟ یعنی تعلم کا ادب کیا ہے؟ اور مجھے اس کتاب میں بعض وہ احادیث مرفوع میں جو اس سے پہلے یا اس کے بعد نظر سے نہیں گزریں۔

علامہ عبدالکریم سمعانیؓ ان لوگوں میں سے ہیں جو حدیثیں اپنی سند سے بیان کرتے ہیں یعنی وہ

دوسروں کے حوالہ سے نقل نہیں کرتے بلکہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں سند بڑی لمبی چوڑی ہوتی ہے کیونکہ حضرت [ؐ] کافی متاخر ہیں اپنی سند سے انہوں نے احادیث روایت کی ہیں اور ایسی احادیث مرفوعہ روایت کی ہیں جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ انہیں ملیں مثلاً یہ حدیث اسی میں نظر سے گزری کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مجلس میں بیٹھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی متاز جگہ نہیں ہوتی تھی جیسے کوئی کری یا کوئی تپائی جس کے اوپر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوپر ہو کر بیٹھتے بلکہ ملے جلے بیٹھا کرتے تھے لیکن جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد زیادہ ہو گئی تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ آپ بیٹھتے تو ہیں لیکن جو پیچھے لوگ بیٹھے ہوتے ہیں ان کو زیارت کا موقع نہیں ملتا اس لئے آپ ہماری خاطر ایک چوکی بنوالیں چوکی کیلئے اس میں لفظ عربی میں استعمال ہوا ہے دکان کا اس دکان کے اوپر بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطاب فرمایا کرتے چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دکان بنائی گئی اور اس کے اوپر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرمائو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب فرمانا شروع کیا تو یہ بات کسی حدیث کی کتاب میں میری نظر نہیں گزرا تھی اس بات میں ایسا کرنا درست ہے یا نہیں لیکن اسی کتاب سے معلوم ہوا کہ اگر طلبہ یا معلمین کی بھلائی سے اور اس خیال سے کہ ان کو بات اچھی طرح پہنچ جائے اور ان کیلئے دلچسپی کا موجب ہو تو اگر کوئی معلم اس طریقے سے کرے تو اس کی اجازت ہے۔

طلباۓ کے حلیے کی گمراہی

اس بات کو ذکر کرتے ہوئے کہ استاد کا کام صرف یہ نہیں ہے کہ وہ درس دے دے بلکہ استاد کا کام یہ بھی ہے کہ وہ طلباء کے انداز نشست و برخاست، ان کے حلیے اور لباس سب چیزوں کی گمراہی کرے کہ اس میں بے قاعدگی تو نہیں یہ اصول انہوں نے اسی ادب الاملاء والاستملاء میں بیان فرمایا اور استدلال کیا اس واقعہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب حاضر ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ ان کی موجھیں اور داراثتی بڑھی ہوئی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تمہاری موجودیں اور داراثتی بڑھی ہوئی ہے اس حالت میں یہاں رہنا ٹھیک نہیں لہذا ایسا کرو کہ باہر جاؤ اور باہر جاؤ کر فلاں جگہ پانی ہے یا حوض ہے وہاں جا کر اپنا چہرہ اس حوض میں دیکھو اور دیکھ کر اس مسوک کے ذریعہ اپنی مو

نچیں درست کرو اور اپنی داڑھی درست کر کے آؤ تو وہ صاحب گئے اور جا کر اسی طرح اپنی مونچیں اور داڑھی درست کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا "الیس هذا احسن" تو اس قسم کے بہت سے واقعات و احادیث جو تعلیم و تربیت سے متعلق یہاں جو اور کتابوں کے اندر نظر سے نہیں گزرے علامہ سمعانی نے اپنی اس کتاب کے اندر بیان فرمائے ہیں یہ ہے تو ایک چھوٹا سار سالہ لیکن اس کی خصوصیت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم و تربیت کی باتیں جو اصولی انداز کی ثابت ہیں اس کا انہوں نے بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔

آداب علم سے متعلق دوسری کتاب

دوسری کتاب خطیب بغدادی کی ہے "الجامع لأخلاق الرادی و آداب السامع" یہ کتاب دو ختم جلدوں میں چھپ گئی ہے یہاں پر بھی راوی سے مراد استاد اور سامع سے مراد طالب علم اور متعلم ہے کیوں کہ علم حقیقت میں اس زمانہ میں حدیث ہی کو کہا جاتا تھا اور حقیقت میں دیکھا جائے تو ہے بھی علم وہی اور باقی سب فنون ہیں اس واسطے استاد اور شاگرد کیلئے القاب جو وضع کئے جاتے وہ حدیث والے ہوتے تھے اس کتاب میں بھی دونوں چیزیں جمع کی گئی ہیں کہ راوی کے کیا اخلاق ہونے چاہئیں؟ اور متعلم کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے اس کتاب میں خطیب بغدادی نے اپنے زمانے تک کے بڑے بڑے محدثین کے حالات بیان فرمائے ہیں اور بہت گرانقدر معلومات جمع کی ہیں۔

آداب علم سے متعلق تیسری کتاب

تیسری کتاب علامہ ابن جماعة کنانی کی ہے جس کا نام "تذكرة السامع و المتكلم في ادب العالم و المتعلم" ہے۔ یہاں پر بھی متكلم سے مراد استاد اور سامع سے مراد شاگرد ہے علامہ ابن جماعة کنانی بھی محدثین میں سے ہیں ان کی کتاب میں بھی موضوع یہی ہے اور اس میں بھی احادیث مرفوعہ اور صحابہ و تابعین کے آثار سے تعلیم و تعلم کے آداب بیان فرمائے ہیں۔

آداب علم سے متعلق چوتھی کتاب

چوتھی کتاب آپ جانتے ہیں علامہ زرنو جی کی تعلیم المتعلم ہے جو ہمارے یہاں داخل نصاب بھی

ہے لیکن وہ ان سب سے بعد کی ہے یہ تین کتابیں پہلے ہیں، یہ کتابیں خاص طور پر تعلیم و تعلم کے موضوع پر تحریر کی گئی ہیں اور کم از کم میرے علم میں نہیں ہے کہ ان حضرات سے پہلے کسی اور قوم نے تعلیم و تعلم کو باقاعدہ موضوع بنانے کا اس پر کلام کیا ہو، تعلیم و تعلم کے اصول و آداب کے بانی یہ حضرات ہیں یہ اور بات ہے کہ آگے پھر اس کی تفصیلات اور جزئیات جمع کی جاتی رہیں اور بات کہیں سے کہیں پہنچ گئی لیکن ہمارے اس دورہ تدریسیہ کے جتنے موضوعات ہیں ہر موضوع سے متعلق کچھ نہ کچھ ان کتابوں میں مل جائیگا تو خیال تھا کہ اگر کوئی موقع ملتا تو اس کو تھوڑا سا پڑھ کر اسی کی تذکیرہ ہو جاتی اسی کا تکرار ہو جاتا لیکن موقع نہیں ملا۔

ہم اگر اس کو اس نقطہ نظر سے پڑھیں کہ اس میں جو چیز ہمارے مزاج و مذاق اور مقصد کی ہواں کو اختیار کر لیں اور جونہ ہواں کو تذکر کروں تو یہ مناسب بات ہے اور اس میں کوئی خرابی نہیں اس واسطے یہ بھی خیال تھا کہ اگر موقع مل گیا تو کچھ کتابیں بھی منگوا کر دیکھ لیں گے لیکن وہ موقع تو ملے یا نہ مل لیکن اتنا ضرور ہے اس باہم مل بیٹھنے سے بھی اللہ تبارک و تعالیٰ فائدہ عطا فرماتے ہیں اور یہ بھی اللہ والوں سے باتیں ملتی ہیں کہ جمیع کی برکات کا ایک دوسرے پر انکا اس ہوتا ہے، حضرت داؤدؑ کے تذکرہ میں یہ جو آیت کریمہ ہے کہ

ان سخنِ الْجَبَالِ مَعَهُ يَسِّبَحُ بِالْعَشَىٰ وَالْأَشْرَاقِ، ص 18۔

کہ ہم نے داؤدؑ کے لئے پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ وہ بھی صبح و شام ان کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے تو ہمارے حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ نے بیان القرآن کے حاشیہ پر اپنی کتاب "مسائل السلوک من کلام ملک الملوك" میں یہ سوال کیا کہ حضرت داؤدؑ پر انعام کے ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے کہ ہم نے ان کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ وہ بھی ان کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے اچھا بھائی کرتے تھے تو ان کی تسبیح کرنے سے حضرت داؤدؑ کو کیا فائدہ پہنچا؟ تو اس کا جواب دیا کہ نعمت اس وجہ سے ہوئی کہ جب ذکر کرنے والے ایک سے زیادہ ہوں تو ذاکریں کی برکات کا ایک دوسرے پر انکا اس ہوتا ہے اس لئے پہاڑوں کو مسخر کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی برکات کا انکا اس بھی حضرت داؤدؑ پر ہوا اور پھر اس بات کو انعام کے ذیل میں ذکر فرمایا۔ (جاری ہے)



سوانح حاجی صاحب نہبر

سوانح حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ

مرتب: مولانا محمد ذو الکفل

استاد جامعہ دارالتحقیقی لاہور

مجد تبلیغ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے آپ نے اپنی حیات مستعار کی سات دہائیاں دین کی اشاعت اور تبلیغ کی محنت میں وقف کر دیں۔ حاجی صاحبؒ کی جدائی یقیناً ایک عظیم قومی و ملی سماں ہے اور یہ ایسا خلا ہے جو شاید کبھی پر نہ ہو سکے لیکن قدرت کے فیصلوں کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے، آخر سب کو جانا ہے اور جانے والے کبھی واپس نہیں آتے، ہاں ان کی حسین یادیں ہمیشہ ہماری زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں۔

ان کے اقبال کے بعد یہ بات شدت سے محسوس ہوئی کہ ان کی حقیقی احوال و واقعات تعمیح ہو جائیں تاکہ ان کی سیرت و کردار کے درخشنان پہلوامت کے سامنے آسکیں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کر کے لوگوں کو بھی اپنی زندگی کا رخ تعمیں کرنے میں مدد سکے۔ اسی مقصد کے پیش نظر جامعہ کے شعبہ نشر و اشاعت نے حضرت حاجی صاحبؒ کے سوانح حیات دینی و تبلیغی خدمات، تقسیم ہند سے قبل اور بعد کے تینی حالات و واقعات کو خوبصورت انداز میں سمجھا کرنے کا یہ اٹھایا اور مختلف عرصے میں تقریباً سات صفحات کی خیم کتاب تیار ہوئی جو محمد اللہ چپ کر منتظر عام پر آچکی ہے جس کی طباعت اول ہاتھوں ہاتھ بک گئی ہے اب اس کی طباعت ثانی پر کام جاری ہے قارئین کے فائدے اور دلچسپی کے لئے اسے ماہنامے میں نقطہ دار شائع کیا جائے۔ امید ہے قارئین اسے پسند فرمائیں گے۔

کالج کے زمانے کے دوران معمولات

نیک تربیت کا اثر ضرور رہتا ہے چاہے ماحول کیسا بھی ناخوش گوار ہو، حضرت حاجی صاحبؒ اپنے کالج کے زمانے سے ہی صوم و صلاۃ کے انتہائی پابند اور اعمال کا اہتمام کرنے والے تھے، اس وقت آپ کا معمول تھا کہ روزانہ تہجد میں اڑھائی تین بجے اٹھتے ورزش کرتے، تیل کی ماش کرتے، غسل

کرتے اور پھر تجد پڑھ کر اپنے ذکر واذ کار کر کے اول وقت میں مسجد مبارک جو ہائل کے قریب ہی ریلوے روڈ پر واقع ہے نماز پڑھ کر اپنے ذکر واذ کار کچھ مکمل کرتے، نماز کے بعد حضرت لاہوری کے پاس سیدھا شیر انوالہ گیٹ چلے جاتے۔ حضرت کے یہاں نماز اسفار میں ہوتی تھی (تا خیر سے) تو اتنا وقت مل جاتا پہنچنے میں، پیدل ہی جاتے تھے وہاں سے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کے ہائل سے پیدل ریلوے روڈ سے شیر انوالہ گیٹ اور وہاں پہنچ کر واپس ہائل آتے، ناشیتہ کرتے ظہر کے وقت اذان ہوتی تو حاجی صاحب کتاب بند کر کے کلاس روم سے باہر آ جاتے جو نبی باہر نکلتے طلباء پیچھے سے آواز لگاتے وہ گیا.....، وہ گیا..... تو جو استاد ہوتے وہ کہتے کہ جہاں وہ جارہا وہاں اگر تم سب جانے کو تیار ہو تو میری طرف سے تم سب کو چھٹی۔ اگر نہیں جاتے تو اس کو جانے دو۔ حاجی صاحب نماز پڑھ کر آتے اگر کلاس مل جاتی تو شریک ہو جاتے نہ ملتی تو انگلی کلاس میں شرکت کرتے، وہاں سے فارغ ہو کر کالج سے ہائل آتے اور دوپہر کا کھانا کھاتے قیولہ کرتے پھر عصر میں اٹھتے اور عصر پڑھ کر عصر سے مغرب تک مسجد میں اپنے اذکار ذکر وغیرہ جو بھی کہیں سے ملا اس کو کرتے رہتے۔ مغرب کی نماز بجماعت پڑھ کر سورۃ یسین، کہف، واقعہ، ملک، المسجدہ یہ سورتیں روزانہ پڑھنے کا معمول تھا مغرب سے عشاء یہ پڑھتے پھر عشاء پڑھ کر کچھ اذکار اگر باقی ہوتے تو کرتے پھر سو جاتے اور انگلی صبح پھر یہی معمول ہوتا۔ اکثر طلباء کہتے کہ تو امتحان میں فیل ہو جائے گا تو حاجی صاحب فرماتے کہ دنیا کے امتحان میں فیل ہو جاؤں گا لیکن آخرت کے امتحان میں تو پاس ہو جاؤں گا لیکن حاجی صاحب دنیا کے امتحان میں بھی کبھی فیل نہیں ہوئے اور آخرت کے امتحان میں تو انشاء اللہ العزیز پاس ہی پاس ہیں۔

ایک دن حضرت لاہوری نے درس میں فرمایا کہ صحابہؓ جب قتال سے فارغ ہوتے تو فرماتے:

”رجعنامن الجہاد الاصغر الی الجہاد الکبر۔“

اور فرمایا یہ دعوت جہاد اکبر ہے حاجی صاحب نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ تو میں کر سکتا ہوں۔ چنانچہ ہائل میں لڑکوں کو میں نے نماز کی دعوت دینی شروع کر دی۔ سب ہاں کرتے لیکن نماز کے لیے کوئی نہ آتا۔ ایک دن اپنے سب سے قربی دوست محمد خلیل جوان بالہ کے ہائی سکول سے ساتھ تھا۔ اس سے چمٹ کرو نے لگے۔ اس نے کہا کیوں روتا ہے؟ حاجی صاحبؓ نے کہا تو نماز نہیں پڑھتا۔ اس نے کہا مولوی احمد علیؒ نے تجوہ پر جادو کر دیا ہے۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں، میں نے کہا یہ بتا

جادو صحیح کیا ہے یا غلط۔ تو کہنے لگا: ”نبیں! جادو تو صحیح کیا ہے۔“ تورومت میں نماز پڑھوں گا۔ پھر اس نے نماز شروع کر دی۔ بس اس ایک طالب علم محمد خلیل نے نماز شروع کی پھر آختر ک اس نے نماز نہیں چھوڑی۔ حاجی صاحب ہر سال اسلام آباد اجتماع کے بعد انہیں ملنے جاتے۔

طبیعت کی چستی اور نشاط

حاجی صاحب کی طبیعت میں بچپن ہی سے غیر معمولی چستی اور نشاط تھا جس نے عمر بھر حاجی صاحب کو چاق و چوبندر رکھا۔

کانج کے زمانے میں حاجی صاحب غیر نصابی سرگرمیوں میں سے ہائینکنگ (تیز چلانا) میں انتہائی شوق رکھتے تھے، چونکہ طبیعت میں پہلے سے ہی بہت چستی تھی، چنانچہ اس شوق نے حاجی صاحب کو اور بھی مضبوط کر دیا تھا۔ پڑھائی کے دوران ایک دفعہ کانج میں ہائینکنگ کا مقابلہ ہوا، جو پنجاب اولمپک کے ماتحت تھا، اس میں حاجی صاحب نے بھی شرکت کی، یہ مقابلہ دس میل کا تھا، اس مقابلے کے شرکاء میں ایک سکھ بھی تھا جس کا تدقیق چھٹ پڑھ اور قدم لمبے تھے اور حاجی صاحب کا قد ساڑھے پانچ فٹ تھا، چنانچہ ایک زوردار مقابلہ ہوا اور وہی سکھ پہلے نمبر پر آیا اور حاجی صاحب دوسرا نمبر پر رہے جب کہ تیسرا نمبر پر حاجی گزار صاحب آئے۔ اس کے کچھ عرصے بعد ایک اور مقابلہ ہوا جو تقریباً تیس کلو میٹر کا تھا، حاجی صاحب بتاتے تھے کہ جب یہ میں شروع ہوئی تو کچھ ہی دیر بعد میرے جوتے میں اگلی جانب انگوٹھے کے نیچے ایک کیل گھس گیا، جس نے میرے انگوٹھے کو زخمی کرنا شروع کر دیا اب نیچے مقابلے میں رکنا خیل کے اصول کے مطابق فاؤں تھا، چنانچہ میں نے انگوٹھے کو موڑ کر بدستور مقابلہ جاری رکھا اور اس تکلیف کے باوجود میں دوسرا نمبر پر رہا۔

ایک دفعہ صہیب گزار صاحب جو مولوی اویس گزار صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں وہ حاضر خدمت تھے چونکہ وہ اکثر حاجی صاحب کے ساتھ سفروں میں ہوتے تھے تو حاجی صاحب انہیں ان کے والد حاجی گزار صاحب کے ساتھ گزرے وقت کی باتیں سنانے لگے، باتوں کے دوران فرمایا کہ چھٹی کے دن صحیح یہ لوگ کہیں جاتے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ چھٹی کے دن تم لوگ کہاں جاتے ہو؟ کہنے لگے ہم لوگ دریائے راوی کے کنارے جاتے ہیں تیز چلنے کا مقابلہ کرتے ہیں کہنے لگے اچھا تم لوگ تیز چلتے ہو کہنے لگے: تو چلے گا؟ میں نے کہا ہاں چلوں گا تو ہم لوگ چلے تو میں نے دیکھا کہ یہ لوگ اپنے کپڑے اتارنے لگے میں نے کہا یہ کیا کر رہے ہو.....؟ کہنے لگا Hicking کریں گے میں نے کہا اس کے لیے اس کی کیا

ضد ورت ہے وہ کپڑے اتار کر نکریں پہننے لگے میں نے کہا اس کی کیا ضرورت ہے میں اپنی شلوار کرتے میں تھا۔ میں ان کے ساتھ چلے لگا ان سب کو بیچھے کر دیا میں نے کہا اور تیز چلوگے کہنے لگے: مولوی..... وہ مجھے اس زمانے میں مولوی کہتے تھے کہ تو تیر چل سکتا ہے میں نے کہا چلو تو میں نے سب کی دوڑیں لگوادیں حاجی صاحب اتنا تیز چلے کہ وہ بیچھے سے دوڑ دوڑ کر حاجی صاحب کے ساتھ شریک ہونے لگے پھر فرمانے لگے کہ صہیب! تیرا والد جو ہے وہ روندیاں مارتا تھا پیر آگے کر کے میرے پیر میں پھنسا تھا تھا کہ میں گر جاؤں بیچھے رہ جاؤ۔ کانج کے اندر حاجی صاحب کی یہ چحتی اور طبیعت کا نشاط مشہور تھا، یہی وجہ تھی کہ سردی ہو یا گرمی حاجی صاحب روزانہ صحیح پیدل چل کر حضرت لاہوری کے درس میں پابندی سے شرکت کرتے تھے۔ اور یہ طبیعت کا نشاط اور پھر تیلا پن آخ ر عمر تک رائیونڈ میں کام آیا۔

حاجی صاحب کے کانج میں فرکس کے ایک پروفیسر تھے، ان کی ایک عجیب عادت یہ تھی کہ وہ ہر سال اپنی سالگرہ انوکھے انداز میں مناتے تھے، چنانچہ جب ان کی سالگرہ آتی توجہتی ان کی عمر ہوتی اتنے سال گن کر اتنے ہی میں پیدل چلتے تھے، حاجی صاحب کے پڑھنے کے دوران ان کی عمر چالیس سال ہوئی تو انہوں نے حاجی صاحب کو ساتھ لیا استاد تھے انکار کی گنجائش نہ تھی، چنانچہ حسب عادت انہوں نے چالیس میں پیدل چل کر اپنی سالگرہ منائی اور حاجی صاحب بھی ان کے ساتھ چالیس میں چلے۔ یہ چنان YMCA سے اچھرہ نہر کے کنارے تک تھا، اس وقت نہر کے صرف ایک طرف سڑک تھی۔

جوانی میں چارا کا برسے تعلق

تاریخ کے مطالعے سے یہ بات بڑے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ جن نامور لوگوں سے اللہ وحدہ لا شریک نے دین کا کام لیا ہے ان کے معمولات میں اپنے بڑوں پر اعتماد اور ان سے مستقل تعلق لازمی جزو رہا ہے اور ہر دور میں اپنے اکابر کے ساتھ چمٹے رہنے سے ہی انسان فتنوں سے بچتا ہے۔ حضرت حاجی عبدالواہب صاحب گو اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے نیک سیرت عطا فرمائی تھی، طبیعت میں دینی حیثیت غالب تھی، لیکن اس کے باوجود بھی جوانی کے زمانے میں حاجی صاحب کا بہت سے اکابرین امت اور بزرگوں سے تعلق تھا جن میں خاص طور سے چار نام قابل ذکر ہیں:

(۱) حضرت مولانا احمد علی لاہوری (۲) حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری

(۳) حضرت مولانا حسین احمد دہنی (۴) مولانا عبد القادر رائے پوری

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ۔

حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب نے حضرت لاہوری کا خوب چرچا سن رکھا تھا حضرت لاہوری کے درس قرآن کی شہرت زبان زد عالم تھی، چنانچہ حاجی صاحب نے لاہور قیام کے دوران مستقل طور پر ان کے درس میں شرکت کا اہتمام شروع کر دیا۔ اس وقت حضرت لاہوری اگرچہ بیعت بھی فرماتے تھے لیکن حاجی صاحب کا حضرت لاہوری سے کوئی باقاعدہ بیعت کا سلسلہ نہیں تھا بلکہ صرف عقیدت اور درس میں حاضری کا اہتمام تھا۔ حاجی صاحب حضرت لاہوری کا اکثر تذکرہ فرماتے اور حضرت لاہوری کے بزرگی و تقویٰ اور کشف و کرامات کے واقعات سناتے تھے۔

ایک دفعہ فرمانے لگے کہ کچھ لوگوں نے حضرت لاہوری کے امتحان کے لیے کچھ بسکٹ حلال و حرام پیسوں کی آمیزش سے خرید کر حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں ہدیہ کئے۔ حضرت لاہوریؒ نے انہیں دیکھتے ہی اپنی چھڑی نکالی اور دونوں کواں لگ کر دیا۔

ایک اور واقعہ ذکر فرمایا کہ ایک دفعہ کسی موقع پر شہر کے بہت سے علماء کو جیل ہو گئی جن میں تحریک ختم نبوت کے اکابر علماء سمیت بہت سے دیگر حضرات شامل تھے۔ جیل میں پہلی دفعہ جب کھانے کا وقت آیا تو سب علماء نے کھانے پر توقف کر کے حضرت لاہوری پر نظر رکھی کہ حضرت کھاتے ہیں یا نہیں.....؟ حضرت نے کھانا تناول نہیں فرمایا تو علماء کو تشویش ہوئی اور سب علماء مل کر جیل کے پاس گئے اور بتایا کہ حضرت لاہوری نے کھانا نہیں کھایا کوئی بات ہے۔ جیل پہلے تو حیران ہوا پھر کھانے کے انچارج کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ آج کھانا کہاں سے لیا تھا.....؟ انچارج کو ایسے سوال کی توقع نہ تھی اس نے فوراً کہا کہ جہاں سے روزانہ خریدتا ہوں اسی سے آج بھی لیا ہے۔ جیل سے رہانے گیا تو اس نے اس قصاب کو بلا یا جس سے کھانے کے لیے گوشت خریدا گیا تھا اور تھوڑا دھمکا یا تو قصاب نے صاف صاف بتا دیا کہ آج ایک چوری کی بکری مل رہی تھی میں نے کم پیسوں میں خریدی اور اس کا گوشت آپ کے جیل انچارج کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جیل نے یہ سب بات سن کر علماء کو بتا دی جس پر تمام لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی حضرت لاہوریؒ کے درس میں روزانہ شرکت کی وجہ سے طبیعت میں مزید لمحار آگیا تھا درس کی بہت سی باتیں اکثر ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت لاہوریؒ کے طریقہ تربیت کا ذکر تو حضرت حاجی صاحبؒ کی زبان سے بہت دفعہ سننا۔ اذکار و وظائف کے ساتھ ساتھ جسمانی ورزش کے لیے

حضرت لاہوریؒ اپنے مریدین سے سائیکل چلوایا کرتے تھے اور اس کی بہت ترغیب دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ سائیکل آج کے زمانے میں گھوڑے کا بدل ہے۔ جہاد کی نیت سے سائیکل چلایا کرو۔ بڑے بڑے علماء جو حضرت کے زیر تربیت تھے صحیح طرح سائیکل نہیں چlapاتے تھے اور گرجاتے تھے اور حاجی صاحب کا اپنا حال یہ تھا کہ حضرت حاجی صاحب سائیکل کو سواری مانتے ہی نہ تھے اور کہا کرتے تھے کہ سواری تو چار ٹالگوں والی ہوتی ہے جیسے گھوڑا، گدھا، خپروغیرہ اور دو پاؤں والی تو سواری ہو، ہی نہیں سکتی۔ یہ طبیعت کی سادگی تھی یا مزاج کا بھولا پن کہ حضرت لاہوریؒ کے ہاں رہتے ہوئے بھی سائیکل نہیں چلائی۔

حضرت لاہوریؒ کا وعظ بہت مشہور تھا حضرت حاجی صاحب بھی اس کا تذکرہ فرماتے تھے بہت سے لوگ حضرت لاہوری کو اپنے علاقے میں وعظ کے لیے دعوت دیتے تھے جس کے لیے حضرت لاہوریؒ نے پچھکڑی شرائط طے کر کر ٹھیک ہیں وہ یہ تھیں کہ:

اپنا خرچ کر کے جاؤں گا۔

رہائش مسجد میں ہوگی۔

کھانے پینے کا انتظام خود کروں گا۔

آنے جانے کا کرایہ یا وعظ کے نام پر کوئی پیسہ نہیں لون گا، اور مجھے استیشن سے وصول کرنے صرف ایک آدمی آئے گا۔

اگر یہ شرائط منظور ہوتیں تو وعظ کے لیے تشریف لے جاتے ورنہ انکار فرمادیتے۔ (جاری ہے)



تصانیف: حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالواحد صاحبؒ

تبصرہ: مفتی شعیب احمد صاحب

دارالافتاء جامعہ دارالتحقیقی لاہور

سہزی منڈی و فروٹ منڈی کی آڑھت کے احکام

مطبوعہ: دارالتحقیقی ٹرست، لاہور (۲۰۰۷ء)

یہ کتابچہ بھی بعض تاجر حضرات کی طلب و خواہش پر سہزی منڈی اور فروٹ منڈی کے مسائل معلوم کر کے لکھا گیا جو عوام اور اہل علم دونوں کی ضرورت ہے۔ اس میں دلائلی اور کمیشن ایجنسٹ کے اصولی احکام بھی سامنے آئے ہیں جو بہت سے دیگر شعبوں (باخصوص پراپرٹی کے کام) میں بھی کارآمد ہیں۔

صفات مشاہدات اور سلفی عقائد اور اتمام ججت

مطبوعہ: مجلس نشریات اسلام، کراچی (۲۰۱۲ء)، صفحات: ۲۸۸

حضرت ڈاکٹر صاحب کے قلم سے عقائد و نظریات کی اصلاح اور حفاظت کے جذبے سے پیش کردہ مواد میں ایک ویع اضافہ ”صفات مشاہدات اور سلفی عقائد“ نامی کتاب سے ہوا ہے۔ یہ کتاب ایک ایسے موضوع پر ہے جس پر اردو میں خاطر خواہ مواد موجود نہیں تھا۔ قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ الفاظ ایسے استعمال ہوئے ہیں جن کا مخلوق میں لغوی اور ظاہری مفہوم اعضاء و جوارح کا بتتا ہے۔ جیسے ہاتھ، پاؤں، چہرہ، کان، پنڈلی وغیرہ۔ ان الفاظ سے کیا مراد ہے؟ اہل سنت والجماعت کا نظریہ قرآن پاک کی آیت {لَيْسَ كَمِثْلَهُ شَيْئٌ} (اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی شے نہیں) کے پیش نظریہ ہے کہ ان الفاظ کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں، کیونکہ ظاہری معنی مراد لینے کی صورت میں اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں ممااثلت لازم آئے گی خواہ وہ جزوی ممااثلت ہی کیوں نہ ہو۔ پھر کیا مراد ہے؟ اس بارے میں متفقین اہل سنت والجماعت نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ

کی ان الفاظ سے جو مراد ہے ہم اس کی کھود کریں میں نہیں پڑتے بلکہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتے ہیں، اور اتنا کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ان الفاظ سے جو مراد ہے وہ برق ہے اور اسی پر ہمارا ایمان ہے۔ اور نجات کے لیے اتنا ایمان کافی ہے۔ اس طرز کو عالمانہ زبان میں ”تفویض“ کہتے ہیں۔

اہل سنت کے اس قول کے برعکس سلفی اور موجودہ زمانے کے غیر مقلد یہ نظر یہ رکھتے ہیں کہ مخلوق میں ان الفاظ کا جلوگوی اور ظاہری معنی سمجھا جاتا ہے (یعنی اعضاء و جوارح) وہی معنی خالق میں مراد ہے اور {ایش کمیلہ شبیہ} کے برخلاف خالق اور مخلوق میں مماثلت کے قائل ہیں البتہ اتنا فرق کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے اعضاء و جوارح کی کیفیت معلوم نہیں یعنی ان کے نزدیک ”ید“ سے مراد ہاتھ ہی ہے جو مخلوق میں ایک عضو کا نام ہے، صرف اس کی کیفیت معلوم نہیں کہ وہ ہاتھ کس چیز کا ہے؟ یا اس کا جسم کیا ہے؟ کتنا ہے؟ اس کی صورت کیا ہے؟ یہ معلوم نہیں ہے۔ سلفیوں کی یہ تعبیر ظاہر لفظی نزاع معلوم ہوتی ہے، مگر اس کے ڈانٹے تجسیم (اللہ تعالیٰ کے لئے جسم اور اس کے لوازم مانے) سے جملتے ہیں اور الہیات یعنی اللہ کی ذات و صفات کے میدان میں خفیسی بے احتیاطی بھی بھیانک غلطی بن جاتی ہے، ماضی کے گمراہ فرقے اکثر ویشتر اسی طرح کی بظاہر معمولی مگر درحقیقت سنگین غلطیوں کا شکار ہو کر گمراہی کے علمبردار ہو گئے۔

سلفیوں کی اس فکر میں جو عینی ہے وہ تو ہے ہی ”الثاقب رکتوال کوڈانٹے“ کا مصدق سلفی نہ صرف اس فکر کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہیں بلکہ امت کے اہل حق کو اپنی گمراہی کی دعوت بھی دے رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ جوان کی فکر سے متفق نہیں ہیں اسے بدعتی بلکہ کافر تک قرار دینے سے انہیں کوئی باک اور عار نہیں ہے۔ صفات کا یہ مسئلہ نازک بھی ہے اور حساس بھی اور بادی انظر میں فرقہ بہت معمولی معلوم ہوتا ہے، اس لئے خود ہمارے ہاں کے بہت سے اہل علم جن کا اس موضوع پر خاطر خواہ مطالعہ نہیں ہے، اسے نزاع لفظی باور کیے ہوئے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور الحمد للہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا۔ مفتی صاحب رحمہ اللہ کے قلم کی خصوصیت اور موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اہل علم نے اس کتاب کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمود اشرف صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

”الحمد للہ! اس (کتاب) کے مکمل مطالعے کی توفیق ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزاً نیز عطا فرمائے کہ آپ نے اس مشکل موضوع پر اہم ترین حوالے جمع فرمادیے اور اہل السنۃ والجماعۃ میں سے اشاعتہ و ماتریدیہ کی صحیح تعبیر اور سلفی حضرات کی ناقص موبہم تجسم تعبیرات کا فرق بھی بہت خوبصورتی سے واضح

کر دیا ہے۔ جزاً کم اللہ تعالیٰ احسن ال مجراء۔ امانت و دیانت کے فقدان کے اس دور میں آنحضرت نے مخالفین کی مکمل عبارات اور ان کے اپنے جوابات جس طرح پوری امانت و دیانت کے ساتھ نقل کیے ہیں وہ بہت ہی زیادہ قابل مبارک اور قابل اتباع ہے۔“

کتاب کے آنے کے بعد سلفی اور غیر مقلد حضرات کے حلقوں میں خاموشی چھاگئی، کتاب چھپنے کے تقریباً پانچ سال بعد تک کسی جانب سے کوئی جواب نہیں آیا کچھ عرصہ قبل و اصل واسطی نامی ایک صاحب نے بزعم خود اس کتاب کا جواب لکھ کر ایک جلد شائع کی، کتاب کے مندرجات پر تبصرہ کسی اور فرصت میں (انشاء اللہ) البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ حضرت مفتی صاحب کی کتاب کا جواب پانچ سال تک جمع ہی ہوتا رہا، سامنے نہ آ سکا۔ اس سے مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب کی علمی و قوت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں، آخر کچھ تو ہے جس کے جواب کے لیے پانچ سال مطالعہ اور مواد اکٹھا ہی ہوتا رہا۔

واسطی صاحب کی کتاب سرسری نظر سے ہی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کام کی بات بہت کم کرتے ہیں، البتہ ادھرا دھر سے مواد اور صفحے بھرنے کے لیے حوالہ جات پر حوالہ جات لاتے چلے جاتے ہیں اور اپنی بات کو موثر بنانے کے لیے بجائے علمی وزن کے طعن و تشنیع سے خوب کام لیتے ہیں۔ جبکہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے اپنے انداز میں علمی اور تحقیقی شائستگی کا دامن کہیں بھی ہاتھ سے چھوٹے نہیں دیا۔

واسطی صاحب کی کتاب کی پہلی جلد منظر عام پر آنے کے کچھ ہی عرصہ بعد حضرت مفتی صاحب نے کتاب کا تجزیہ کر کے اہم باتوں کو الگ کر کے ان کا پوسٹ مارٹم کیا اور ”اممام ججت“ کے نام سے ایک بیان میں اور بقیمت بہتر رسالہ تیار فرمادیا اور جیسے پہلے اصل کتاب لکھ کر فرض کفایہ ادا کیا، اسی طرح جواب کا فرض کفایہ بھی خود ہی ادا فرمایا۔ جزاً اللہ عن اذن و عن سائر اہل الحق

صفاتِ متشابہات (مختصر)

مطبوعہ جامعہ دارالتحویلی، لاہور (۱۴۳۵ھ)، صفحات: ۶۲

اہل علم اور عوام کے لیے مذکورہ بالا مفصل کتاب کا خلاصہ بھی حضرت نے خود ہی فرمایا جو مطبوعہ ہے۔

صفاتِ متشابہات (عربی ایڈیشن)

صفات کا موضوع اصلًا عالم عرب کے سلفی حضرات سے زیر بحث آیا تھا۔ اس لیے ضرورت تھی کہ

حضرت کی کتاب کی تعریب ہو جائے۔ حضرت نے اس خواہش کا اظہار بھی فرمایا چنانچہ ہمارے فاضل دوست اور مخطوطات کے تحقیق عالم مولانا احسن احمد عبدالشکور صاحب مدظلہ نے یہ سعادت حاصل کی اور انہوں نے تھوڑے ہی عرصے میں کتاب تعریب کے سانچے سے گزار دی۔ حضرت نے اسے ملاحظہ بھی فرمایا اور زبان و بیان کی کچھ اصلاح کی خدمت ہمارے فاضل دوست مولانا فیصل حمید صاحب سلمہ نے سرانجام دی۔ حضرت کو کتاب کی طباعت کا کافی انتظار تھا۔ مگر اسباب ایسے نہ بن سکے چنانچہ یہ کتاب تا حال طبع کے مرحلہ میں ہے۔ اللہ ہم عجل فرجہ و یسر امرہ۔

مسنون حج و عمرہ (مدل)

مطبوعہ: مجلہ نشریات اسلام، کراچی (۱۳۲۸ھ)، صفحات: ۲۳۰

یہ کتاب حج و عمرہ کے مسائل پر مشتمل ہے، مگر چند خصوصیات کے ساتھ:

۱۔ حج و عمرہ کا طریقہ موجودہ حالات کے اعتبار سے قدم بقدم رکھا گیا ہے۔

۲۔ مسائل میں زیادہ اہم اور پیش آنے والے مسائل کو ترجیح دی گئی ہے۔

۳۔ مسائل کے دلائل قرآن و حدیث سے ساتھی کر کر دیئے گئے ہیں، بالخصوص وہ اختلافی مسائل جو سلفی اور اہل حدیث حضرات کے پروپیگنڈے کا موضوع ہیں، اس لیے یہ کتاب چج و عمرہ پر جانے والے اہل علم کے لئے خاصہ کی چیز ہے کہ ہر عمل کی دلیل ساتھ موجود ہے۔ حج و عمرہ پر اہل علم کو اس قسم کی کتاب کی بہت ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

مسنون حج و عمرہ (مختصر)

مطبوعہ: جامعہ دارالتحویلی ٹرست، لاہور، صفحات: ۲۸۲

اس میں صرف مسائل ہیں دونوں (مختصر اور مدل) کتابوں میں مسائل کے اعتبار سے کچھ اضافہ اور کمی بھی ہے، اس لیے ایک دوسرے سے مستغنی نہیں کرتی۔



اسرائیل کو تسلیم کرنے کی دل آزار مہم

عطاء اللہ صدیقی

گذشتہ دو ماہ سے پاکستانی اخبارات میں اسرائیل کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے کے متعلق بحث ایک دفعہ پھر جاری ہے۔ چند روز پہلے نوائے وقت میں مکتوب امریکہ کے کالم میں ایک صاحب نے امریکہ میں مقیم چند پاکستانیوں کے خیالات کو شامل کیا ہے جو چاہتے ہیں کہ حکومت پاکستان اسرائیل کو تسلیم کرنے کا اعلان کرے۔ ان افراد کی جانب سے جو دلائل دیے گئے ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں نہ صرف سیاسی بصیرت اور اسلامی حیمت کی کمی ہے بلکہ انہیں مظلوم و مجبور کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کا بھی ہرگز خیال نہیں ہے۔

اصل حقائق سے بے بہرہ یہ گروہ اپنے تینیں یہ سمجھتا ہے کہ اگر پاکستان نے اسرائیل کو اب تک تسلیم نہیں کیا تو یہ سب مولویوں کی مخالفت کی وجہ سے ہے جو لوگوں کو مگرہ کر رہے ہیں۔ ان بزم خویش روشن خیال مسلمانوں کی خدمت میں چند گزارشات اس موقع سے پیش کی جاتی ہیں کہ شاید وہ ان پر غور کرنے کی رحمت کریں۔

۱. یہ تاثر درست نہیں ہے کہ پاکستان، اسرائیل کو قرآن مجید کی اس آیت کی پیروی میں تسلیم نہیں کرتا جس میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ یہود و نصاریٰ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔ پاکستان ہی پر موقوف کیا، اسلامی دنیا کا کوئی بھی ملک ایسا نہیں ہے جو اسرائیل کو محض اس وجہ سے تسلیم نہ کرنے کی پالیسی اپنائے ہوئے ہو۔ درحقیقت قرآن مجید کی مذکورہ آیت کا یہ منشاء بھی نہیں ہے کہ غیر مسلم ممالک سے کسی خارجہ تعلقات بھی نہ رکھے جائیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ دوستانہ تعلقات اور خارجہ تعلقات میں فرق ہوتا ہے !!

۲. ۱۹۷۸ء میں جب تمام مسلم دنیا نے اسرائیل کو تسلیم نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا، تو اس کی فوری وجہ

یہ تھی کہ فلسطین کے بے گناہ مسلمانوں کو ان کی صدیوں سے ملکیتی زمین سے محروم کر کے اسے یہودیوں کو دے دیا گیا جس کے نتیجے میں لاکھوں فلسطینی مسلمان آج تک مہاجرین کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ جدید تاریخ اسرائیل کے علاوہ کوئی اور مثال پیش کرنے سے قاصر ہے کہ جہاں ایک مقامی قوم کو بے دخل کر کے ان کے علاقے پر مختلف ملکوں سے آنے والے دوسری قوم کے افراد کو نہ صرف بسادیا جائے بلکہ ان کی ریاست بھی قائم کر دی جائے۔ یہ سراسر ظلم اور نا انصافی تھی جسے اس وقت کی استعماری طاقتوں نے فلسطین کے بے چارے مسلمانوں سے روا رکھا۔ ان لوگوں کے علمی تصور انصاف کا ماتم نہ کیا جائے تو کیا کیا جائے جنہوں نے بزعم خویش یہودی قوم سے کی جانے والی نا انصافی کی تلافی فلسطینی مسلمانوں سے اس سے بڑھ کرنا انصافی کی صورت میں کی !!

یہود کو فلسطین کو چھوڑے ہوئے ہزاروں سال ہو گئے تھے۔ وہ اپنی مرضی سے یہ خط چھوڑ کر امریکہ، یورپ اور روں کے علاقوں میں آباد ہو گئے تھے، مسلمانوں نے انہیں زبردستی نہیں نکالتا تھا۔ اب ایک ہزار سال کے بعد ان کے چند لیڈروں میں یہ امنگ بیدار ہوئی کہ ان کی یہودی ریاست ہونی چاہئے تو اس کا یہ طریقہ ہرگز نہیں تھا جو اپنا یا گیا۔ استعماری طاقتوں نے جب اسرائیل کو قائم کرنے کا فیصلہ کیا تھا، تب بھی ان کا ضمیر مردہ تھا اور آج بھی ان کی سوچ میں تبدیلی نہیں آتی۔

3. کہا جاتا ہے کہ جب بھارت اور دیگر عیسائی ممالک سے پاکستان کے تعلقات ہیں، تو اسرائیل کو آخر تسلیم کیوں نہ کیا جائے؟ یہ انتہائی لغو استدلال ہے۔ اسرائیل کا بھارت اور دیگر عیسائی ممالک سے موازنہ کرنا اپنے فکری بانجھ پن کا اشتہار دینے کے مترادف ہے۔ کیا کوئی ایک بھی عیسائی ملک ایسا ہے جو مسلمانوں کی زمین پر قبضہ کر کے قائم کیا گیا ہو۔ بھارت کا معاملہ بھی اسرائیل سے قبل موازنہ نہیں ہے، بھارت نے جس وقت کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کیا تھا، اس وقت کشمیر کا پاکستان سے الحال عملاً ہونا باقی تھا اور ۱۹۵۳ء تک بھارت نے کشمیر پر استحواب رائے کرانے پر اتفاق کیا، بعد میں اس کی نیت بدل گئی۔ اب بھی بھارت مقبوضہ کشمیر کو اپنا اٹوٹ انگ کہتا ہے، مگر ساری دنیا اسے تمازمعنی یہ علاقہ سمجھتی ہے۔ پھر یہ بھی دیکھیں کہ بھارت نے مقبوضہ کشمیر سے مسلمانوں کو بے دخل نہیں کیا۔ کشمیر کا مسئلہ ابھی

زندہ ہے۔ کشمیر کے پاکستان سے الحاق کی امید اب بھی مکمل طور پر ختم نہیں ہوئی۔ مگر اسرائیل کا قبضہ ہی نہیں، مستقل وجود بھی قائم ہو گیا ہے۔ اب اسکے ختم ہونے کا مستقبل قریب میں کوئی امکان نہیں ہے۔ بھارت اور پاکستان کے درمیان تین جنگیں لڑی جا چکی ہیں، مگر ان جنگوں کے نتیجہ میں ایک دوسرے کے زیر قبضہ آنیوالے علاقے واپس دے دیے گئے تھے۔

اسرایل کا معاملہ مختلف ہے۔ تاریخی حفاظت کے مطابق

یہود تقریباً تین ہزار سال پہلے فلسطین میں آباد ہوئے اور کچھ عرصہ کے لئے حکمران رہے تھے۔ شہابی فلسطین پر ان کا قبضہ زیادہ سے زیادہ چار پانچ سو سال رہا تھا اور جنوبی فلسطین میں یہ آٹھ سو سال آباد رہے تھے جبکہ عرب قبائل دواڑھائی ہزار سال پہلے فلسطین میں آباد چلے آرہے تھے۔ مگر یہود و نصاریٰ کی بنی کردہ اقوامِ متحده نے یہود کا حق فاٹک گردا نا اور انہیں فلسطین میں اپنی مملکت قائم کرنے کی اجازت دیتے ہوئے ارض فلسطین کو یہود یوں اور عربوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر اس تقسیم میں صریحاً ناصافی کی گئی۔ اقوامِ متحده کی جزوں اسرائیلی نے قرارداد تقسیم منظور کرتے ہوئے ساڑھے بارہ لاکھ فلسطینی عربوں کے لئے تو فلسطین کا ۲۵ فیصد رقبہ مخصوص کر دیا مگر چھ لاکھ یہود یوں کو ۵۵ فیصد علاقہ بخش دیا۔ جارح یہودی ریاست نے عرب اسرائیل کے جنگ ۱۹۴۷ء کے دوران فلسطین کا ۸۷ فیصد تک رقبہ بھتیا لیا اور پھر انہیں برس بعد تیسرا عرب اسرائیل جنگ ۱۹۴۸ء میں پورا فلسطین اور بیت المقدس یہود یوں کے تسلط میں چلا گیا۔

آج کا اسرائیل ۱۹۴۸ء کے اسرائیل سے تین گناہ ہے۔ ۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگوں میں اسرائیل نے صحرائے سینا، مغربی کنارہ، گولان کی پہاڑیاں اور یروشلم کے جس علاقے پر قبضہ کیا تھا، وہ آج تک قائم رکھے ہوئے ہے۔

۴. یہ بھی دلیل دی جاتی ہے کہ جب مصر اور اردن جیسے عرب ممالک نے اسرائیل کو تسلیم کر رکھا ہے تو پاکستان اس میں مزید تاخیر کیوں روا رکھے، مگر یہ لوگ یہ بات فراموش کر دیتے ہیں کہ مصر اور اردن نے کن حالات میں اسرائیل کو تسلیم کیا؟ کیا انور سادات خوشی سے اسرائیل کے پاؤں میں جاگرے تھے؟ کیا مصری قوم نے ایک آمر حکمران کے اس فیصلے کو خوشی سے قبول کر لیا تھا؟ کیا بعد میں مصری قیادت اپنے

اس فیصلے پر پچھتائی نہیں ہے؟

اگر اُردن کے شاہ حسین نے اپنے ذاتی اقتدار کو تحفظ دینے کے لئے اسرائیل کو تسلیم کر لینے کی کڑوی گولی کھالی تھی تو ان کا اضطراری حالت میں کیا جانے والا یہ فیصلہ پاکستان یا دیگر مسلمان ممالک کے لئے قابل پیروی کیسے ہو سکتا ہے؟ پھر پاکستان محض مصر اور اُردن کے حکمرانوں کو ہی پیش نظر کیوں رکھے، دیگر ۵۰ ممالک کا ساتھ کیوں نہ دے؟ آج بھی اگر مصر اور اُردن کے عوام کی رائے میں جائے تو وہ اسرائیل کو تسلیم نہ کرنے کے حق میں ووٹ دیں گے۔ پھر پاکستانی عوام کیا اتنے بے محیت ہیں کہ وہ اسرائیل کو اس وقت تسلیم کر لیں جب اس کے ظلم و ستم کا سلسلہ پہلے سے بھی زیادہ خوفناک ہوتا جا رہا ہے...!!۔

5.. ہمارے نام نہاد روشن خیال دانشوروں نے ہر معاملے میں مولویوں پر تقدیم کو اپنا وظیرہ بنارکھا ہے، ورنہ کون نہیں جانتا کہ اسرائیل کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے کا معاملہ محض پاکستان کے مولویوں کا معاملہ نہیں ہے، یہ امت مسلمہ کے ہر فرد کے ضمیر کا معاملہ ہے۔ امت مسلمہ ہی کیا، ہر اس انسان کے ضمیر کا مسئلہ ہے جسے انصاف پسند ہونے کا دعویٰ ہے۔ نادانوں کو اتنا بھی علم نہیں ہے کہ باñی پاکستان محمد علی جناح نے ۱۹۳۸ء میں جب اسرائیل کو تسلیم نہ کرنے کا فیصلہ فرمایا تھا، تو یہ مولویوں کے دباؤ کا نتیجہ نہیں تھا، بعد کے سیکورر حکمرانوں نے بھی اگر اس پالیسی کو جاری رکھا، تو اس کی وجوہات امت مسلمہ سے یہ جگہی، مظلوم فلسطینیوں کی حمایت اور ظلم وعدوان کے خلاف احتجاج تھیں نہ کہ مولویوں کا دباؤ۔

یہاں ہم اپنے ان روشن خیال افراد کی معلومات کے لئے یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ آج سے چھ سات برس پہلے عرب ممالک کے علماء میں یہودیوں کے ساتھ خارجہ تعلقات رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں بحث چلی تھی جس میں مصر، سعودی عرب، یمن، قطر اور دیگر عرب ممالک کے علماء حصہ لیا تھا۔ یہ بات شاید ہمارے ان روشن خیالوں کے لئے بھی تجھ کا باعث ہو گی کہ اس وقت کے سعودی عرب کے عالمی شہرت یافتہ مفتی اعظم شیخ عبداللہ بن عبد العزیز بن باز نے یہ رائے دی تھی کہ یہودیوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں فی نفسہ کوئی شرعی رکاوٹ نہیں ہے، مسلمان ممالک دیگر غیر مسلم ممالک کی طرح ایک یہودی ریاست سے تعلقات رکھ سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اس طرح غاصب اور ظالم نہ ہو جس طرح کہ اسرائیل ہے۔ شیخ

علی طنطاوی اور دیگر عرب علماء کی آراء بھی ریکارڈ پر ہیں جن میں انہوں نے فرمایا کہ اگر اسرائیل فلسطین کے مسلمانوں کے حقوق انہیں واپس کرتا ہے، تو اس سے تعلقات رکھے جاسکتے ہیں۔

پاکستان کے نامور عالم مولانا شبیر احمد عثمانی نے بھی قرآن مجید کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے:
اس آیتِ مقدسہ میں اس وقت کی جماعت کا حال بیان کیا گیا ہے اور قیامت تک کے لئے کوئی خبر نہیں دی گئی کہ ہمیشہ عیسائیوں اور یہود و مشرکین وغیرہ کے تعلقات کی نوعیتِ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ یہی رہے گی۔ بہر حال جو اوصاف عہدِ نبویؐ کے عیسائیوں اور یہود و مشرکین کے بیان ہوئے وہ جب کبھی اور جہاں کہیں جس مقدار میں موجود ہوں گے اس نسبت سے اسلام اور مسلمانوں کی دوستی و عداوت کو نیاں کر لیا جائے گا۔

گویا مسلمان علماء کے نزدیک اسرائیل کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ اس کا محض یہودی ریاست ہونا نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر بعض حضرات سمجھتے ہیں۔ اس ریاست کا ناپاک وجود، اس کی طرف سے فلسطین مسلمانوں پر عدمی النظیر ظلم و ستم اور عرب علاقوں پر ناجائز قبضہ ایسی وجوہات ہیں کہ جنہیں نظر انداز کر کے اسرائیل کو تسلیم نہیں کرنا چاہئے!!

ان روشن خیالوں سے ہماری گزارش یہ ہے کہ اگر انہیں مولویوں سے اس قدر بغرض ہے کہ وہ ان کی جائز بات بھی سننا چاہتے، تو انہیں چاہئے کہ مسئلہ فلسطین پر حال ہی میں انتقال کرنے والے عالمی سطح کے دانشور ایڈورڈ سعید کے مضامین ہی دیکھ لیں۔ اسی طرح پاکستان کے فیصل احمد فیصل پی ایل او کے سرکاری رسالہ کے ایڈیٹر ہے ہیں، ان کے بیانات بھی ریکارڈ پر ہیں، ان کا مطالعہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

6. بعض افراد کی طرف سے کہا جا رہا ہے کہ اگر پاکستان اسرائیل کو تسلیم کر لیتا ہے تو یہ اس کے ॥مفاد میں ہوگا، اس طرح اسرائیل پاکستان کی مالی امداد کر سکتا ہے۔

کسی قوم کے افراد کا جب تک ضمیر مردہ نہ ہو جائے، ان کی زبانوں سے ایسے کلمات نہیں نکل سکتے۔ پوری انسانیت اور امت مسلمہ میں محض اس بنا پر فداری کی جائے کہ اسرائیل سے کچھ مالی مفاد ادائیں سکیں گے، یہ سوچ اتنی گھناؤنی، مکروہ اور گھٹیا ہے کہ ایک باضمیر انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اگر پاکستانی

قوم کا اجتماعی ضمیر پستی کی اس انہا کو پہنچ چکا ہے، جہاں مالی مفادات سے مزید محرومی کا متحمل ہونا اس کے بس کی بات نہیں رہی، تو اسرائیل کے ہاتھوں اپنے ضمیر کو فروخت کرنے کے علاوہ بھی کئی آبرومندانہ صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اگر پاکستان اس قدر مالی اخضراری کی کیفیت کے تابع ہے، تو شاید ہیر وَن نقش کر پیسے کمانا اسرائیل کو تسلیم کر کے رقم حاصل کرنے سے کہیں بہتر ہو گا۔

یہ مشورہ دینے والے نادانوں کو علم نہیں ہے کہ پاکستان عالم اسلام کے موقف کا ساتھ دے کر اخلاقی فوائد کے ساتھ ساتھ کس قدر مالی فوائد پہلے ہی حاصل کر چکا ہے۔ سعودی عرب، ایران، کویت اور دیگر عرب ممالک سے پاکستان کو گذشتہ ۵۰ سالوں میں جو مالی امداد ملی ہے، اس کا تجھیہ کھربوں روپے میں ہے۔ خلیج کی پہلی جنگ کے بعد سعودی عرب پاکستان کو تیل جس طرح رعایتی نزخوں پر دے رہا ہے، اس کا سالانہ مالی فائدہ آربوں روپے میں ہے۔ پاکستان مسلمان ممالک سے اس وقت جو مالی فوائد حاصل کر رہا ہے، اسرائیل کو تسلیم کرنے کی صورت میں ملنے والے مالی فوائد اس کا عشرہ بھی نہیں ہو سکتے۔ ماذہ پرستوں میں اسلامی حمیت تو نہیں ہے، مگر معلوم ہوتا ہے عقل بھی زیادہ نہیں ہے۔ وہ اس قابل بھی نہیں ہیں کہ پاکستان کو ملنے والے مالی فائدہ کا صحیح شمار کر سکیں ۰۰۰...!!۔

۷۔ روزنامہ جنگ نے اس موضوع پر ایک فورم منعقد کیا جس کی رووداد اس کی ۲۲ رجولائی ۲۰۰۳ء کی اشاعت میں چھپی۔ شرکا کی اکثریت نے رائے دی کہ پاکستان کو اسرائیلی پالیسی پر نظر ثانی نہیں کرنی چاہئے۔ ایم کیو ایم کے فاروق ستار شاید واحد مقرر تھے جنہوں نے کہا کہ اسرائیلی پالیسی پر نظر ثانی کی جائے۔ فورم میں شریک ایک صاحب جو سابق سفیر تھے، نے اگر چکل کر تو اسرائیل کو تسلیم کرنے کی حمایت نہ کی لیکن یہیں السطور موجودہ پالیسی پر عدم اطمینان کا اظہار کیا۔ انہوں نے نہایت جذباتی انداز میں یہ کہا: ہم نے ہمیشہ عربوں اور فلسطینیوں کی مدد کی ہے، عراق پر حملہ ہوا، لوگوں کے جذبات قابل دید تھے۔ مگر ہر روز کشمیر میں نوجوان اور مسلمان مارے جاتے ہیں، کبھی فلسطینی سڑکوں پر آئے؟ کبھی یا سعرفات کے منہ سے ہندوستان کی مذمت سنی؟ پھر یہ کیسا یک طرفہ سلسلہ ہے؟۔

ایک سابق سفیر صاحب کی طرف سے اس طرح کا جذباتی اظہار یقیناً تجب انگیز ہے۔ حیرت

ہوتی ہے کہ ایسے انسان بھی معاملات کو ایسے محدود تناظر میں دیکھتے ہیں۔ موصوف نے عجیب منطق پیش کیا؛ کیا ہمیں وحشی اسرائیلی ریاست کو اس لئے تسلیم کر لینا چاہئے کہ فلسطینی مسلمان کشمیر کے بارے میں مظاہرے نہیں کرتے؟ کیا ہمیں فلسطینی مسلمانوں پر ڈھانے جانے والے ناقابل بیان ظلم و ستم پر محض اس لئے زبانیں بند رکھنی چاہئیں کہ جناب یاسر عرفات (بقول ان کے) نے کبھی ہندوستان کی مذمت نہیں کی؟ یہ لکھتا بودا استدلال ہے۔

کیا ہم محض اس وجہ سے مسلمان ہیں کہ عرب مسلمان ہیں۔ سفیر موصوف نے فلسطینی عوام کے جذبات کے متعلق بھی اپنی لاعلمی کو ظاہر کیا ہے۔ جناب یاسر عرفات بعض سیاسی مصلحتوں کی وجہ سے اگر ایسا نہیں کر پائے تو کیا ہوا، حماس جو ۸۰ فیصد فلسطینیوں کی نمائندہ تنظیم ہے، نے ہمیشہ کشمیر کے مسلمانوں کے ساتھ اپنی تیکھی کا اظہار کیا ہے۔ ہمارا موقف تو یہ ہے کہ اگر حماس بھی یاسر عرفات کی پالیسی پر گام زن ہو جائے، تب بھی ہماری پالیسی وہ ہونی چاہئے جس کا اظہار حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے اس شعر میں کیا ہے

اُخوت اس کو کہتے ہیں چھپے کا ناجو کا مل میں

تو ہندوستان کا ہر پیرو جو وال بے تاب ہو جائے!

۱۹۱۸ء میں فلسطین کی یہودی آبادی کی جیفا کے علاوہ کہیں اکثریت نہ تھی۔ ان کی زبان فلسطینیوں کی طرح عربی ہی تھی، بظاہر ان کا شامی عربوں سے کوئی جھگڑا بھی نہ تھا۔ صیہونی ریاست کی تحریک امریکہ (باخصوص نیو یارک)، برطانیہ، روس اور یورپ کے دیگر ممالک میں رہائش پذیر یہودیوں کی برپا کردہ تھی۔ یہ سلسلہ ابتدا میں مذہبی نہیں تھا بلکہ مذہبی ہو گیا، جب صہیونی انتہا پسندوں نے موعدہ ریاست کے تصور پر ایک مذہبی یہودی ریاست قائم کرنا چاہی۔ یہاں یہ پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ جب اقوامِ متحده کی جزوں اسرائیل نے استعماری طاقتون کے زیر اثر فلسطین کو تقسیم کر دیا تو اسرائیل نے جو علاقہ فلسطین کی عرب ریاست کو دیا تھا اس کے ۲۱ فیصد علاقہ پر بین الاقوامی قانون کے خلاف قبضہ کر لیا، کسی بھی استعماری قوت نے اسرائیل کی اس غنڈہ گردی پر اسے نہ روکا، اصل میں یہ سب کچھ وہ ان کی شہ پر ہی کر رہا تھا۔ بین الاقوامی قانون کے مطابق کوئی ملک کی زمین کو طاقت کی بنیاد پر قبضے بھی نہیں لے سکتا، مگر

اسرائیل اس کی شرم ناک حد تک خلاف ورزی کا مرتكب ہوا ہے۔ ۱۹۳۸ء کو جو اسرائیلی ریاست وجود میں آئی، وہ اقوامِ متحده کی قرارداد اداروں کے مطابق نہیں تھی۔ اقوامِ متحده کی قرارداد کے تحت تو فلسطین میں دوریا سیتیں وجود میں آئی تھیں، ایک عرب فلسطینی ریاست اور ایک یہودیوں کی فلسطینی ریاست، مگر جو صیہونی ریاست وجود میں آئے، اس نے عرب فلسطینی ریاست کے ۲۱ فیصد علاقے کو اپنے اندر خضم کر لیا۔ بعد میں ۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگوں میں دیگر علاقوں پر قبضہ کر لیا جن کا ذکر ہم کرچکے ہیں، جو لوگ اسرائیل کو تسلیم کرنے کی بے ہودہ ہم چلائے ہوئے ہیں، انہیں اپنے ان نعروں کے مضرات کا علم نہیں ہے۔ موجودہ صورتحال میں اگر اسرائیل کو تسلیم کر لیا جاتا ہے، تو اس کا مطلب سوائے ایک ایسی مثال قائم کرنے کے کچھ نہ ہو گا کہ دنیا کا کوئی بھی زور آور ملک کمزور ملک پر چڑھائی کر کے اس کے علاقے کو ہٹھیا سکتا ہے۔ مزید برا آس اسرائیل کو تسلیم کرنے کے بعد ہم اخلاقی اور سیاسی طور پر انڈیا سے کشمیر کو آزاد کرانے کی بات نہیں کر سکیں گے۔

9. اسلامی تاریخ سے واقفیت کی ان ملت فروشوں سے کیونکر توقع کی جائے، انہیں تو دورِ حاضر کی تاریخ سے بھی مس نہیں ہے۔ ان کی طبیعتوں میں یہودیت نوازی کا جوش جب زور مارتا ہے تو کہتے ہیں کہ پاکستان کی اسرائیل سے کیا لڑائی ہے؟ مگر وہ نہیں سوچتے کہ آخر کچھ توبات ہے کہ اسرائیلی قیادت پاکستان کو صفرہ ہستی سے مٹانے کے ناپاک منصوبے بناتی رہی ہے، آخر اسرائیل بھارت کے ساتھ مل کر پاکستان کے ایسی مرنک کھوٹہ کو تباہ کرنے کی مکروہ منصوبہ بندی کیوں کرتا رہا ہے، کشمیر میں اسرائیل بھارتی افواج کے ساتھ مل کر حریت پندوں پر ظلم و ستم کیوں ڈھار رہا ہے؟ اگر کوئی لڑائی نہیں ہے تو اسرائیل پاکستان کے خلاف ان ریشہ دوانيوں اور سازشوں میں ملوث کیوں ہے؟ کاش یہ لوگ مولویوں پر غصہ برسانے کی بجائے کبھی اسرائیلی قیادت سے بھی پوچھ لیتے کہ اسے پاکستان سے کیا تکلیف ہے؟

10. جو عاقبت نا اندیش اسرائیل کو تسلیم کرنے کی بینڈ و بگن پر سوار ہو گئے ہیں، ان کے ذہن میں نجانے اسرائیل کی کون سی جغرافیائی سرحدیں اور حدود دار بعد ہے۔ اسرائیل مخف فلسطینی علاقوں پر غاصبانہ اور ناجائز قبضہ کرنے پر قانون نہیں ہے۔ اسرائیلی پارلیمنٹ میں صیہونی عزائم پر مشتمل عظیم تر اسرائیل کا نقشہ

آویزاں ہے، اس میں اردن، مصر، شام اور جاڑ کے بعض علاقوں بھی شامل ہیں۔ اسرائیل پارلیمنٹ کی عمارت کی پیشانی پر یہ الفاظ کندہ ہیں:

اے اسرائیل! تیری حدیں نیل سے فرات تک ہیں...!

جو لوگ موجودہ غاصب اسرائیل ریاست کو معرفی حقیقت مان کر اسے تسلیم کر لینے کی بات کرتے ہیں، کیا وہ (خاکم بدہن) عظیم تر اسرائیل کے وجود میں آنے کے بعد اسے ایک معرفی حقیقت کے طور پر تسلیم کر لینے کے لئے ابھی سے ذہنی طور پر تیار ہیں؟ اگر نہیں، تو اس قدر بے اصولی بات کرتے ہوئے انہیں ضمیر کی معمولی سی خلش بھی کیوں محسوس نہیں ہوتی؟ مردہ ضمیر لوگوں کو ملتِ اسلامیہ کے اہم مسائل پر رائے زنی کا کوئی حق نہیں ہے۔

11. اس وقت جب کہ اسرائیل اپنی ریاستی دہشت گردی کی انتہا کو چھوڑ کا ہے۔ گذشتہ چند سالوں میں دس ہزار سے زائد فلسطینی مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ چکا ہے۔ آئے دن مسلمانوں کی آبادیاں ٹینکوں اور بلڈوزروں سے مسماں کی جا رہی ہیں، جناب یا سر عرفات کے ہیڈ کوارٹر پر وحشیانہ بمباری آئے روز کا معمول ہے اور اب تو ظلم و بربادیت یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ کھلکھلا اسرائیل اعلان کر چکا ہے کہ وہ جناب یا سر عرفات کو جان سے مار دے گا یا فلسطین بدر کر دے گا۔

ان حالات میں فلسطینی مسلمانوں کی اخلاقی حمایت کی بجائے اُلٹا حشی اسرائیلی ریاست کو تسلیم کرنے کی بات کرنا کس قدر شقاوتِ قلبی ہے، کتنی انسانیتِ دشمنی ہے اور اخلاقی اصولوں سے کس قدر گلکین روگردانی ہے۔ اے کاش! یہ افراط اگر مصیبت کے وقت میں مسلمانوں کی مدد نہیں کر سکتے، کم از کم ان کی دل آزاری تو نہ کریں، ان کے زخموں پر نمک پاشی کا مکروہ فریضہ تو ادا نہ کریں...!!۔



آپ کے مسائل کا حل

دارالافتاء وتحقیق

والد کی اجازت کے بغیر پیسے لینا

سوال: میں اپنے والد صاحب کے ساتھ ان کے کارخانے میں کام کرتا ہوں۔ شادی شدہ اور بال بچے دار ہوں، میرے والد صاحب اتنا خرچ نہیں دیتے جس سے گزارا ہو سکے۔ آیا میں کارخانے میں سے بغیر والد صاحب کی اجازت کے اتنا مال لے سکتا ہوں جس سے میرا گزارا ہو سکے؟۔

جواب: آپ ہمت کر کے اپنے والد صاحب سے بات کیجئے۔ اگر واقعی آپ کے جیب خرچ سے آپ کی دیگر ضروریات پوری نہ ہوتی ہوں تو آپ شام کے اوقات میں کہیں اور پکھ کام کر سکتے ہیں۔ نہیں تو آپ اپنے والد صاحب سے علیحدہ ہو کر کوئی کام کر سکتے ہیں۔ بلا اجازت آپ کا میسے نکانا جبکہ آپ کے بنیادی خرچے وہ اٹھار ہے ہیں جائز نہیں ہیں۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ نمبر: 3/227)

والدین کی بے ادبی

سوال: ایک مسلمان مرد نے اپنی حقیقی ماں کو (جس نے اسے دو سال اپنا دودھ پلایا، پالا پوسا، شادی کی) یوں کہتا ہے اپنا ہاتھ قرآن پاک پر رکھ کر تین بار قسم کھاتا ہے کہ ”تو میری ماں نہیں ہے۔“ یہ فرم اس نے اپنے باپ، اپنی بیوی اور بچوں کے سامنے اٹھائی۔ اور باپ کو کہتا ہے کہ آپ ایک خود غرض انسان ہیں۔ اس کے بعد آج تک ناراض ہو کر اس سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ آیا یہ گناہ صغیرہ یا کبیرہ ہے؟ اگر کبیرہ ہے تو

اس کی تلافی کا کیا طریقہ ہے؟ اگر ایسا شخص ماں باپ سے معافی بھی نہ مانگے اور اس گناہ کے ساتھ دنیا سے چلا جائے تو آیا اس کا ایمان خطرے میں پڑ گیا یا نہیں؟۔

جواب: والدین سے ایسے بات کرنا یقیناً والدین کی بے ادبی اور نافرمانی ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے جس سے توبہ کرنا واجب ہے۔ والدین سے معافی مانگنے کے ساتھ ساتھ اللہ کے حضور میں توبہ کرنا بھی ضروری ہے۔ باقی گناہ کبیرہ سے ایمان نہیں جاتا۔

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الكبائر،
الإشراك بالله و عقوق الوالدين و قتل النفس واليمين الغموس۔ (بخاري، بحکمہ: ج: 17، ص: 1)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کبیرہ گناہ یہ ہیں: ۱۔ اللہ کے ساتھ شریک ہٹھرانا۔ ۲۔ والدین کی نافرمانی کرنا۔ ۳۔ کسی جان کو قتل کرنا۔ ۴۔ جھوٹی قسم کھانا۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ نمبر: 3/364)

دارٹھی رکھنا دین کا کوئی حکم نہیں ہے

معروف ٹی وی سکالر جاوید غامدی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

سوال: دارٹھی رکھنے کو سعادت سمجھنا چاہیے، لیکن یہ دین کا کوئی حکم نہیں ہے، لہذا اگر کوئی شخص دارٹھی نہیں رکھتا تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کسی فرض یا واجب کا تارک ہے، یا اس نے کسی حرام کا یا منوع فعل کا ارتکاب کیا ہے۔” (مقامات: 39-138)

یہ جانب غامدی صاحب کے مشتبہ نمونہ از خوارے چند بنیادی نظریات و افکار کی نشاندہی ہے، جو انہوں نے جدید دین کی تعبیر میں ذکر کیے ہیں اور ان کے شاگرد و فیض یافتہ تو اس معاملے میں سے دس قدم آگے ہیں! لہذا اب سوال یہ ہے کہ:

- 1۔ آیا یہ افکار و نظریات قرآن و سنت کی روشنی میں درست ہیں؟
- 2۔ جو ان نظریات کا حامل ہواں کا کیا حکم ہے؟

- 3۔ مذکورہ بالانظریات کے حاملین اور غامدی صاحب کے پیر و کاروں سے تعلقات رکھنا کیسا ہے؟
- 4۔ ان لوگوں سے نکاح کرنا، ان کی خوشی غنی میں شریک ہونا درست فعل ہے؟
- 5۔ اس قسم کے نظریات کے حامل شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟ ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟
- 6۔ غامدی صاحب اور ان سے متاثر نام نہاد تحقیق والے اسکالر کے لٹریچر کی نشر و اشاعت کرنا جائز ہے؟
- 7۔ عوام کے لیے ان لوگوں کی تحریر و تقریر کا پڑھنا سننا کیسا ہے؟

8۔ غامدی فتنہ کی تردید کے لیے علماء کرام پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

مذکورہ بالا باتوں یادگیران کے فاسد عقائد و باطل نظریات سے متعلق اگر مواد کی تفصیل مطلوب ہو تو درج ذیل ویب سائٹس کو دیکھا جاسکتا ہے:

www.javedahmadghamidi.com

www.ghamidi.net

www.al-mawrid.org/pages/download_books.php

www.al-mawrid.org

جواب: جاوید احمد غامدی گمراہ ہے اور اس کے انکارگرماہی کا پلنڈہ ہیں۔ کچھ باتیں تو کفر کے قریب تک پہنچ گئی ہیں مثلاً شعنمبر 16 اگر واقعی غامدی کی اپنی تحریر ہے تو یہ قرآن کی صریح خلاف ہے۔ اسی طرح شعنمبر 17 میں سنت متواترہ کا انکار ہے۔ اگر غامدی نے سنت کا اپنا مطلب نہ بتایا ہوتا تو سنت متواترہ کا انکار کفر ہوتا۔

جاوید غامدی اور اس کے پیر و کاروں سے تعلقات قائم کرنا، ان سے نکاح کرنا، ان کی خوشی غنی میں شریک ہونا یہ سب باتیں ناجائز ہیں۔

جاوید غامدی اور اس کے پیر و کاروں کو نماز میں امام بنانا اور ان کا لٹریچر شائع کرنا اور ان کو بیان کے لیے بلا نایاں کے پاس جانا یہ سب باتیں بھی ناجائز ہیں۔

عوام کے لیے ان لوگوں کی تقریر سننا اور تحریر پڑھنا جائز نہیں ہے۔

جہاں کہیں غامدیت کے بیچ پڑ گئے ہوں وہاں کے اہل حق علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو غامدیت کی گمراہیوں سے باخبر کریں۔ اس کے لیے آپ کی مرتب کردہ فہرست ہی لوگوں کو پڑھ کر سنا یعنی اور اس کی کاپیاں لوگوں میں تقسیم کریں تو انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

جن اہل حق علماء نے جاوید غامدی کے افکار پر کتابیں لکھی ہیں وہ بھی لوگوں کو پڑھنے کو بتائیں۔ جاوید غامدی کی کچھ باتیں ہماری کتاب تحفہ غامدی میں ہیں۔ مولانا زاہد الراشدی صاحب کے بیٹے اور جاوید غامدی کے شاگرد رشید مولوی عمار خان ناصر نے جاوید غامدی کے افکار کی تبلیغ کے لیے جو کتابیں لکھیں ان پر رد کے لیے ہماری یہ کتاب بھی ہے ”عمار خان کا نیا اسلام“ اور اس کی سرکوبی۔

فقط اللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ نمبر: 7/181)

غامدی فکر سے متعلق مزید جواب

جاوید غامدی اور اس کے پیروکار سب ہی سخت گمراہ لوگ ہیں۔ ان کے خلاف تقریری یا تحریری طریقوں سے عوام کو آگاہ کرنا اور ان کے نظریات و افکار کا تقریری اور تحریری مقابلہ کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ نمبر: 7/193)



جامعہ کے شب و روز

ادارہ

✿۔۔۔ ادارہ کے زیر اہتمام شعبہ درس نظامی میں ملکی و صوبائی سطح پر وفاق المدارس کے امتحان میں نمایاں پوزیشنز لینے والے طلباء کیلئے ایک اعزازی تقریب منعقد کی گئی جس میں انہیں اعزازی شیلڈ اور نقد انعامات وغیرہ سے نوازہ گیا۔

✿۔۔۔ عظمت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقدس عنوان پر ادارہ کے شعبہ بھین میں زبردست بزم کا انعقاد کیا گیا جس میں طلباء نے ذوق و شوق سے شرکت کی۔

✿۔۔۔ جامع المعمول والمعقول حضرت مولانا مفتی حسن صاحب کی ہر پیر کے روز جامعہ میں بسلسلہ تدریس آمد کا آغاز ہو گیا ہے ادارہ ان کی محنت یا بھی کیلئے دعا گو ہے۔

✿۔۔۔ جامعہ کے شعبہ تنشہ و اشاعت کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتاب "العلمیم" و تربیت مقبولیت عامہ کے سب کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اب ایک نیا ایڈیشن بھی تیاری کے آخری مرحل میں ہے، انشاء اللہ عنقریب آپ کے ہاتھوں میں ہو گی۔

✿۔۔۔ احمد اللہ شعبہ حفظ میں طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر بڑی تعداد میں قراءہ حضرات کی تقریب کی گئی۔

✿۔۔۔ دارالتحقیقی بوائزہ بھائی سکول چوبرجی لاہور کے میٹرک کارزیل احمد اللہ سو فی صدرہ، کل بارہ طلباء شریک امتحان ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سب کے سب نمایاں نمبروں میں کامیاب ہوئے نمایاں نمبرات حاصل کرنے والے طلباء درج ذیل ہیں، اول: عبدالرحمن خان حاصل کردہ نمبر 964 - دوم: محمد حسن حاصل کردہ نمبر 904 - سوم: فائز ایاز حاصل کردہ نمبر 869۔



ہماری پر وڈ کٹ آپ کی صحت کی ضامن

مناسب دام

عمده کوالٹی



ANCHOR



Wonderful Taste Of Life



زیر انتظام:

جامعہ دارالاساقوی لاہور

الاساقوی بوائزہائی سکول کا اعزاز

%100
رزلٹ

فائزیاں
سوم پوزیشن
حاصل کردہ نمبر:
869

محسن
دوم پوزیشن
حاصل کردہ نمبر:
904

2020
میڈر ک

عبد الرحمن خان
اول پوزیشن
حاصل کردہ نمبر:
946

الاساقوی بوائزہائی سکول اس سے پہلے بھی کامیابیوں کے متعدد سنگ میل
عبور کر چکا ہے میڈر ک لاہور بورڈ میں فرست پوزیشن اور ہر سال اعلیٰ
نمبرات سے کامیابی حاصل کرنے والہ منفرد ادارہ

6th to 10th

کے داخلے کیلئے تشریف لائیں

دینی ماحول میں عصری تعلیم، حافظ بچوں کیلئے معیاری ادارہ

الاساقوی بوائزہائی سکول بالمقابل مسجد البلال
چوپرجی پارک لاہور

اچ ہی
بک کر دیں کپلی
کروائیں

اشامت
خاص

عمر حاضر کے مجدد تبلیغ مولانا علی اللہ کے فیض یافتہ

حاجی عبد الوہاب

حاجی صاحب کے
حالت زندگی، احوالو
و اقدامات اور سوت
و کیڑا کا ایک
حسین گلستانہ



لطفہ
باقی صاحب

رابطہ نمبر

اوٹسات کار
0304-4167581

ص ۲۸۱ تا ص ۲۸۲ تا عصر

اچ ہی بک کپلی
بک کر دیں کپلی

اسٹھنہت مناس



عبدالواحد

حیات و خدمات

شیخ زید احمد

باقی صاحب



ایڈیشن
ثامن

باقی صاحب

کمپنی

راہنمہ اوت سات کار
0304-4167581 ص ۲۸۱ تا عصر

دنی مسائل کے حل اور سوالات کے جوابات کے لیے دارالافتاء جامعہ دارالتوحیدی کی طرف سے واٹس ایپ پر

مستند مفتی حضرات کا ایک پینل

آن لائن

03004113082



اوقات کار: ص ۸ تا نماز عشاء



کی جانب سے واٹس ایپ (Whatsapp) پر

جامعہ دارالتوحیدی روزانہ حدیث کا سلسلہ جاری ہے

آپ بھی اپنے واٹس ایپ پر روزانہ حدیث حاصل کر سکتے ہیں۔

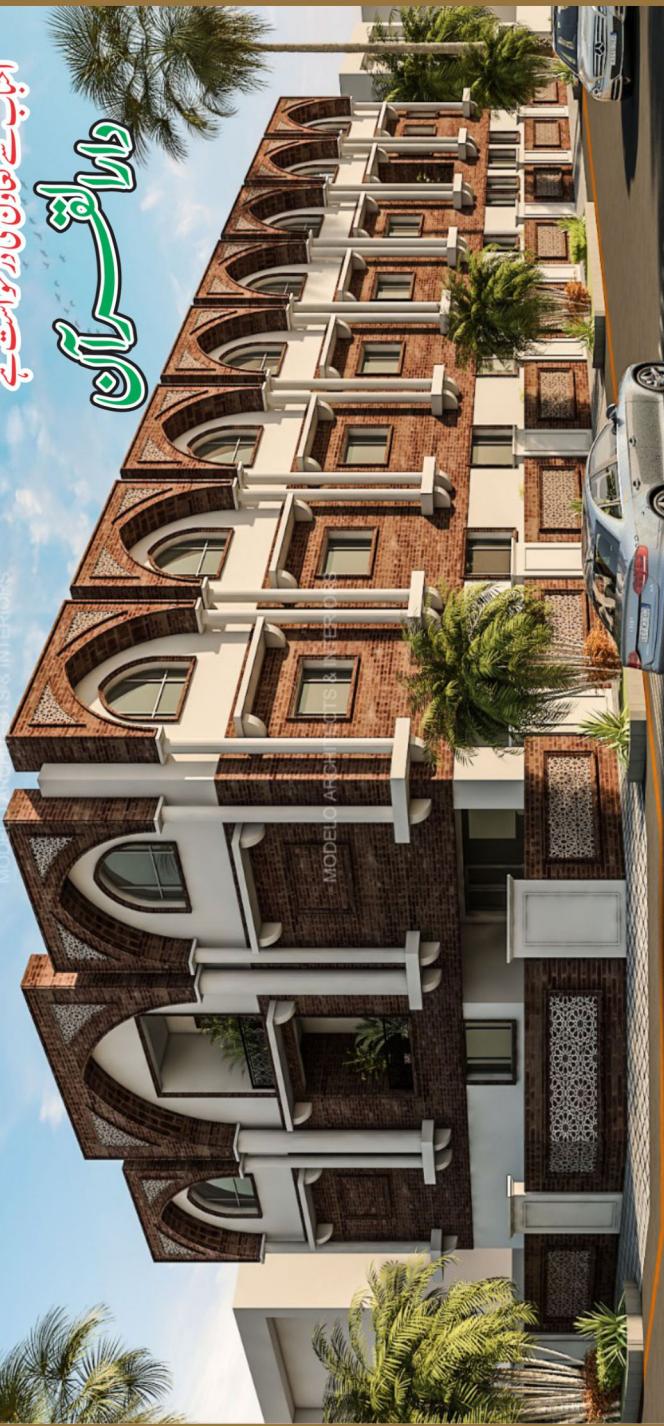
روزانہ حدیث حاصل کرنے کے لیے اپنے واٹس ایپ سے TAQWA روزانہ حدیث 03222333224 پر کھلکھلیں۔



اگر مسجد الہال کے تربیت اور پرائین کمال کا پلاٹ حاصل کر لیا گیا ہے، جوں و سچ دعویٰ یعنی بلڈنگ تعمیر کی جائے گی اور دارالقرآن و مکر شعبہ جات قائم کے جائیں گے
ابباب سے قانون کی درخواست ہے

دھارا لہلہ

MODERN
ARCHITECTURE
& INTERIORS



MIB گاشن راوی برائج
اہم شاہی: ۱۵۹
رائج ڈنبر ۰۰۰۱: نمبر:
1001820660001
DARUL TAQWA TRUST